ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
34
www.tanzeem.org
23 تا 29 ذوالقعدہ 1436ھ/8 تا 14 ستمبر 2015ء

نظریے سے انحراف کا نتیجہ

قرارداد مقاصد وہ اہم دستاویز ہے جو 7 مارچ 1949ء کو شہید ملت لیاقت علی خان کی تحریک پر پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے منظور کی، اِس کی رو سے ہماری مستقبل کی آئین سازی کے لیے اسلامی اور جمہوری جہت کا اعلان کیا گیا۔

یہ قرارداد بانیانِ پاکستان کی طرف سے اس امر کا واضح اعلان ہے کہ پاکستان کے آئین میں جمہوریت، شخصی آزادی، مساوات، سماجی انصاف اور مذہبی رواداری کے اسلامی اصول کارفرما ہوں گے اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل کیا جائے گا جس میں مسلمان قرآن وسنت کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں ڈھال سکیں گے اور اقلیتوں کو مکمل تحفظات میسر ہوں گے۔

میری گزارش یہ ہے کہ تاریخ کے اِس نازک موڑ پر ہمیں اس حقیقت کا ادراک کر لینا چاہیے کہ تحریک پاکستان کے واضح نظریے اور قرارداد مقاصد کے تاریخی اعلان کے برعکس جو بھی اقدامات کیے جائیں گے، وہ پاکستان کو کمزور کرنے کا باعث بنیں گے۔ اگر امت مسلمہ کی وحدت کی نفی کرتے ہوئے پاکستان میں مختلف قومیتوں کا پرچار کیا جائے گا یا شریعت محمدیؐ کے نفاذ میں کوتاہی کی جائے گی اور اسلامی اصولوں کو عملی طور پر بروئے کار لانے اور اسلامی فلاحی معاشرے کے قیام میں عمداً تاخیر کی جائے گی تو پاکستان کے مستقبل اور استحکام کے بارے میں خدشات اور خطرات میں اضافہ ہوگا۔ بہ الفاظ دیگر نظریے سے انحراف پاکستان کی کمزوری کا باعث بنے گا۔

جسٹس انوار الحق

اس شمارے میں

تُف اے روشن خیالی تُف ہے تجھ پر

کفار مکہ کی زہر آلود باتوں کے تناظر میں
رب العالمین کی رحمۃ للعالمین ﷺ کو تسلی

رات کی سیاہی سے صبح کو پکڑنے تک

حج اور اس کے تقاضے

قومی اقدار کی خودکشی

الیکشن 2013ء: الزامات، فیصلے اور حل

7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی میں
قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد
ذوالفقار علی بھٹو کے خطاب کا مکمل متن

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (674)

ڈاکٹر اسرار احمد

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت

سُورۃ بَنی اِسْراءِ یل ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ آیات:40تا 42

اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا ط اِنَّکُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا ط وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَہٗٓ اٰلِھَۃٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾

آیت ۴۰ ﴿اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا ط﴾ ''تو کیا تمہیں تو منتخب کرلیا ہے تمہارے رب نے بیٹوں کے ساتھ اور اپنے لیے بنالی ہیں فرشتوں میں سے بیٹیاں؟''

یہ اہل عرب کے اس عقیدے کا جواب ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ لوگ بیٹوں پر فخر کرتے تھے اور بیٹیوں کو اپنے لیے باعثِ عار سمجھتے تھے۔ ان کی اسی سوچ کی بنیاد پر ان سے سوال کیا گیا ہے کہ جس چیز کو اپنے لیے عار سمجھتے ہو اسے آخر کس منطق کے مطابق اللہ سے منسوب کرتے ہو؟

﴿اِنَّکُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾﴾ ''یہ تو تم بہت بڑی (گستاخی کی) بات کہتے ہو!''

آیت ۴۱ ﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا ط﴾ ''اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیا ہے اس قرآن میں (اپنی آیات کو) تا کہ یہ سبق حاصل کریں۔''

ان کی نصیحت کے لیے ہم نے قرآن میں اسلوب بدل بدل کر حق کو واضح کیا ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کے بارے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں قرآن کا لفظ اور ذکر بار بار آیا ہے۔

﴿وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾﴾ ''مگر یہ نہیں بڑھاتا انہیں مگر نفرت ہی میں۔''

یہ ان لوگوں کی بدبختی ہے کہ قرآن میں گونا گوں اسلوبوں میں حق واضح ہو جانے کے باوجود ان کی بیزاری اور نفرت ہی میں اضافہ ہو رہا ہے اور وہ حق سے اور زیادہ دور بھاگے جا رہے ہیں۔

آیت ۴۲ ﴿قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَہٗٓ اٰلِھَۃٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾﴾

''آپؐ کہیے کہ اگر اُس کے ساتھ کچھ دوسرے معبود بھی ہوتے' جیسا کہ یہ کہتے ہیں' تب تو وہ ضرور تلاش کرتے صاحبِ عرش کی طرف کوئی راستہ۔''

اگر واقعی اللہ کے ساتھ ساتھ دوسرے معبودوں کا بھی کوئی وجود ہوتا تو وہ ضرور سرکشی اور بغاوت کرتے ہوئے اس کے مقابلے میں آنے کی کوشش کرتے۔ کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔

فرمان نبوی

صرف اللہ سے مانگو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰہَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ)) (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد طلب کرو۔''

سب خزانوں کا تنہا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی مخلوق میں سے کسی کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جب اور جو کچھ مانگو تو اللہ سے مانگو جس کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ تم اگر مصیبت میں پھنس گئے ہو اور تمہیں کسی کی مدد مطلوب ہو تو مدد کے لیے صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنا ہاتھ پھیلاؤ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ کائنات میں اللہ کے سوا کسی اور میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ وہ کسی کی مدد کر سکے، مصیبتوں کو ٹال سکے، کسی کو نفع دے یا کسی کا کچھ بگاڑ سکے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

تُف اے روشن خیالی تُف ہے تجھ پر

جس طرح روزمرہ کی زندگی میں کسی بھی شے کی کثرت اُس کی اہمیت کم کر دیتی ہے اسی طرح زبان و بیان اور تحریر میں کسی ضرب المثل کا بہت زیادہ استعمال اُس کی افادیت کھو دیتا ہے۔ ایک عرصے سے وطن عزیز میں پے در پے ایسے حادثات و واقعات رونما ہو رہے ہیں کہ ملک کے کونے کونے سے یہ محاورہ ہر آن سننے کو ملتا ہے: قوم کا سر شرم سے جھک گیا۔ لہٰذا نہ شرم کی خاص اہمیت رہی ہے اور نہ سرنگوں ہونے کی۔ گویا ایسے دل سوز واقعات اب روٹین ہیں اور روزمرہ زندگی کا حصہ ہیں۔ لیکن ہفتہ گزشتہ میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ خاکم بدہن ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ زمین کی پیٹھ اب اس معاشرے کا بوجھ مزید نہ اٹھا سکے گی کیونکہ گلی سڑی شے جس کی سڑاند فضا کو آلودہ کر رہی ہو اُس کے لیے زمین کا پیٹ بہتر مقام ہوتا ہے۔ دلچسپ یا سر پیٹنے والی بات یہ ہے کہ انسانیت کو بدنام کرنے والے یہ واقعات انسانی زندگی کے تینوں پہلوؤں یعنی سماجی، سیاسی اور معاشی سے متعلق ہیں، اور نظر غائر سے دیکھا جائے تو بالآخر یہ باہم جڑ جاتے ہیں اور وہ ہے فسادِ قلب جسے اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں دل کا اندھا ہونا قرار دیا ہے۔

پہلا دل اندوہ واقعہ یہ ہے کہ کراچی میں دسویں جماعت کے پندرہ سالہ لڑکے نے پہلے اپنی کلاس فیلو لڑکی کو گولی ماری اور پھر خود پر فائر کر کے اپنے آپ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ظاہر ہے یہ طفلِ انگلش میڈیم مکتب تھا، کسی دقیانوسی مدرسہ کا طالب علم نہیں تھا۔ محبوب کا قتل اور خودکشی یقیناً پاکستان میں نئی بات نہیں، تاہم کسی سکولی نونہال کا اپنی درس گاہ میں یہ فعل کم از کم ہمارے علم میں پہلی مرتبہ آیا ہے۔ مخلوط تعلیم، مخلوط محافل کے مخلوط بے ہنگم قہقہے، یہ روشن خیالی کی دین ہے۔ تُف اے روشن خیالی تُف ہے تجھ پر، جس نے انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کر کے حیوانوں اور درندوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ حیوان کی طرح بے لباس بھی اور حیا سے ناآشنا بھی۔ جہاں روشن خیالی کا ذکر ہوگا وہاں پرویز مشرف کا ذکر لازماً ہوگا۔ بعض لوگوں کی رائے میں وہ پاکستان میں روشن خیالی کا موجد تھا۔ وہ اس بے حیا کلچر کا آغاز کرنے والا تھا۔ ہماری رائے میں یہ الزام ہے، یہ بہتان ہے۔ پاکستان میں روشن خیالی کی وبا 1999ء سے پہلے پھوٹ چکی تھی لیکن محدود تھی، صرف ایلیٹ کلاس اور شوبز والے ہی اس کی لپیٹ میں آئے تھے۔ اس بیماری سے عوام کی اکثریت کافی حد تک محفوظ تھی گویا آگ کی آنچ ہلکی تھی اور مذکورہ طبقات کے طبق ہی ابھی روشن ہوئے تھے، لیکن جونہی پرویز مشرف کتے گود لیے پاکستان پر مسلط ہوا اُس نے اِس آگ پر ٹنوں تیل انڈیل دیا جس سے روشن خیالی کا بھانبڑ جل اٹھا۔ آج یہ بے مہار معاشرہ خاک میں ملے بغیر اس آگ میں جل رہا ہے لہٰذا خشت بننا دور کی بات ہے گھروندہ ہی خاکستر ہوا چاہتا ہے۔ بچوں کے روشن مستقبل کا خواب دیکھنے والے والدین روشن خیالی کے غلیظ جوہڑ میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔

دوسرا واقعہ عوام کی خوراک اور تاجروں کی معاش سے متعلق ہے۔ ایک عرصہ ہوا اس طرح کی خبریں آ رہی تھیں کہ مارکیٹ میں گدھے کا گوشت فروخت ہو رہا ہے۔ گدھے کی کھال کی چونکہ یورپ کی مارکیٹ میں

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 ذوالقعدہ 1436ھ — جلد 24
8 تا 14 ستمبر 2015ء — شمارہ 34

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک.......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بہت مانگ ہے لہٰذا اپنی کھال اتارے جانے کے لیے گدھے تھوک کے حساب سے جان کی بازی ہار رہے تھے۔ کھال کا بیوپاری کھال لے جاتا تھا، اب گدھے کا مالک ''بیچارہ'' گوشت کا کیا کرے۔ لہٰذا ہم خرما وہم ثواب کے زریں اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اُسے ''نیک نام'' قصابوں کو بیچ دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مردہ جانوروں کے گوشت کی فروخت کی خبریں بھی آ رہی تھیں۔ رہا سوال حرام حلال کا تو اُس کا فقیہانہ نہ سہی فکاہیانہ جواب یہ ہے کہ سرنگوں قوم اضطراری حالت میں ہوتی ہے اور حالت اضطرار میں تو لحم خنزیر بھی کھایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے حکومت پنجاب نے دعویٰ کیا ہے کہ لاہور ریلوے اسٹیشن سے ملنے والا گوشت سور کا گوشت ہے۔ بعدازاں عوام کالانعام کو بتایا گیا کہ گوشت لاوارث ہے، اس کے مالک کی تلاش جاری ہے اور گوشت لیبارٹری بھیج دیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ کون سا فرمانبردار جانور تھا جو خود قربان ہو کر اپنی کھال کسی اچھے برآمد کنندہ کو فراہم کر کے سرعام پنجاب فوڈ اتھارٹی کی مشہور و معروف ڈائریکٹر کے چھاپے کا منتظر تھا تاکہ پنجاب کے خادم اعلیٰ عوامی خدمت کا ایک اور کارنامہ سرانجام دے سکیں۔ ایک زمانہ تھا ہم چینیوں اور جاپانیوں کے بارے میں کہتے تھے کہ اف خدایا یہ کیا کچھ کھا جاتے ہیں، آج یہی کچھ چینی اور جاپانی ہمارے بارے میں کہتے ہوں گے۔ زر پرستی نے اور دنیا میں دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی اندھی خواہش نے انسانوں کے دلوں میں فساد پیدا کر دیا ہے۔ دوسروں کی جان، مال اور عزت کو اپنی معمولی اور سطحی سی خواہش کی تکمیل کے لیے بے دردی سے روندا جا رہا ہے۔ یہ سوچ نچلی سطح پر بھی سرایت کر گئی کہ اعلیٰ اور مخلوط تعلیمی اداروں میں اگر بیوروکریٹس اور بڑے سرمایہ داروں کی اولادیں بھاری فیس ادا کر کے اپنا مستقبل روشن کر رہی ہیں تو میں کیوں پیچھے رہوں۔ میں قصاب ہوں، خون اور گوبر میں نہایا رہتا ہوں تو اپنی اولاد کو بھی اسی میں غرق کر دوں؟ کیوں نہ اُسے ایسے سکول میں پڑھاؤں جہاں پڑھ کر لوگ افسر اور وزیر بن جاتے ہیں! مجھے ایسا کرنا ہے ہر صورت میں، ہر قیمت پر۔ لہٰذا قوم کا سر شرم سے جھکے یا بے شرمی سے، ایک قیمت ہے جو قوم ادا کر رہی ہے۔ مغرب اگرچہ اس حوالہ سے ہم سے بہت پیچھے ہے لیکن یہ مغرب ہی تو ہے جس نے ہمیں یہ سبق سکھایا ہے کہ کیا شرفِ انسانیت، روح کی پکار اور آخرت کو سنوارنے کی باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ Time is money اور انسان معاشی حیوان کے سوا کچھ نہیں۔ ادھار وعدہ پر کیوں تکیہ کرتے ہو جب دجالی تہذیب نقد کی گاہک ہے۔

تیسرے واقعہ کا تعلق سیاسیات سے ہے۔ ہمارے سیاست دانوں نے اور کچھ لکھا پڑھا ہے یا نہیں، تزکِ بابری سے یہ شعر ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' نہ صرف خوب پڑھا ہے بلکہ اسے اچھی طرح یاد کیا ہے اور زندگی میں اس پر احسن طریقہ سے عمل بھی کیا ہے حالانکہ بابر ایک محنت کش بادشاہ تھا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دو آدمیوں کو اپنے دونوں بازوؤں میں دبا کر لال قلعہ کی فصیل پر بھاگتا تھا۔ ہمارے سیاست دانوں نے بھی پاکستانیوں کا مال دبا کر ملک سے باہر اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا ہے۔ البتہ ان میں اور بابر بادشاہ میں یہ فرق ہے کہ بابر بندے اپنی بغل میں دبا کر بھاگتا تھا۔ ہمارے سیاست دانوں نے منتقلی دولت کا یہ کام صنف نازک بلکہ زیادہ ہی نازک سے لینا شروع کر دیا ہے اور خود بڑی بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا چیلنج دیتے ہوئے خالی ہاتھ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہیں۔ کاش، اے کاش ان سمیت ہم سب جان لیں کہ دوسرے ملک ہی نہیں دوسرے جہان بھی خالی ہاتھ جانا ہے اور یہ بات ہمیں اللہ اور رسول ﷺ ہی نہیں ساری دنیا پر بادشاہت کا خواہش مند سکندر جسے تاریخ سکندر اعظم کہتی ہے، وہ بھی بتا گیا ہے۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ کفن کو تو جیب بھی نہیں لگی ہوتی کہ زادِ راہ ہی رکھ لیں اور اُس جہاں کا سرمایہ تو تقویٰ ہے، پرہیزگاری ہے، سچ ہے، انصاف ہے، غریب پروری ہے، جہاد ہے۔ جہاد سے غلط فہمی لاحق نہ ہو جائے، جہاد فی المال نہیں جہاد فی سبیل اللہ ہے، سندھ میں جو کچھ سیاست دانوں خصوصاً حکمرانوں سے ہو رہا ہے، اس پر جو واویلا ہو رہا ہے، ہمارا سر تو اس پر بھی شرم سے جھک رہا ہے۔ ایک بار پھر دلچسپ بات کہہ لیں، یا اپنا ہی سر اور منہ نوچ لینے والی بات سمجھ لیں وہ یہ ہے کہ کوئی سیاست دان یہ نہیں کہہ رہا کہ میں چور نہیں ہوں بلکہ سب کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ مجھے پکڑا ہے تو دوسرے کو کیوں چھوڑ رکھا ہے جبکہ اس نے بھی تو کھایا ہے۔ اربوں اور کھربوں کی کرپشن کا ذکر کچھ یوں آ رہا ہے کہ کروڑوں کی کرپشن کرنے والے غریبوں پر ترس آتا ہے ''ہائے بیچارے''۔ آرمی چیف سہ سالہ صفائی مہم کا آغاز کر چکے ہیں۔ وقت کم اور کام زیادہ ہے لہٰذا تیز رفتاری کی ضرورت ہے۔ البتہ یہ سفارش ہم بھی ان سے کریں گے کہ یہ موقع کسی کو نہیں دیا جانا چاہیے کہ یہ کہا جائے کہ میں ہی کیوں، وہ کیوں نہیں۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور مکرر عرض کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ صفائی دھلائی کا کام اس وقت تک غیر مؤثر اور متنازعہ رہے گا جب تک اس کارِ خیر کا آغاز اپنے گھر سے نہ کیا جائے۔ یہ انتہائی اہم بات ہے جس کی اہمیت اور ضرورت کا صحیح ادراک نہ کیا گیا تو یہ صفائی مہم مزید گندگی پھیلانے کا باعث بنے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس عنانِ حکومت ہے اور صحیح تر الفاظ میں جو اصل اور حقیقی قوتیں ہیں انہیں اس بات کو بھی سمجھنا ہوگا کہ دینی بنیادوں پر ہی نہیں بلکہ عقلی اور دنیوی بنیادوں پر بھی پاکستان کا محض قیام اگر مذہبی نعرے کا محتاج تھا تو پاکستان کا استحکام اور اس کی بقا اور سلامتی غیر مذہبی بنیادوں پر کیسے ممکن ہوگی! کوئی فوجی آپریشن یا سیاسی و معاشی بھل صفائی عارضی طور پر ہی فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔ اس ملک کا مستقبل اسلام سے وابستہ ہے، یہ نوشتہ دیوار ہے۔ آنکھیں بند کر لینا خود فریبی ہوگی۔ دنیا خصوصاً امریکہ جو ہمیں روشن خیالی کی پٹیاں پڑھاتا ہے وہ درحقیقت اُس کی پاکستان دشمنی کا حصہ ہے۔ وہ زہر کی گولی پر میٹھا چڑھا کر ہمارے حلق میں انڈیل رہا ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے، دین کا صحیح فہم عطا فرمائے، دوست اور دشمن میں پہچان کی تمیز دے تاکہ ہم اس دجالی تہذیب سے محفوظ رہ سکیں!

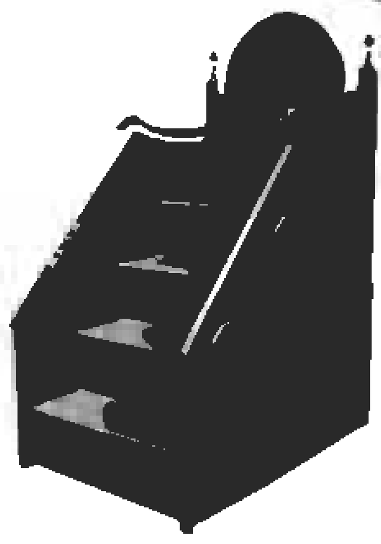

کفارِ مکہ کی زہر آلود باتوں کے تناظر میں

رب العالمین کی رحمۃ للعالمین ﷺ کو تسلی

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 28 اگست 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

گزشتہ ایک سال سے مسجد ہذا میں خطابات جمعہ میں قرآن حکیم کی آخری منزل (حزب) کا سلسلہ وار مطالعہ جاری ہے اور آج سورۃ القلم ہمارے زیر مطالعہ آئے گی۔ اس سورت کا دوسرا نام سورۂ ن ہے۔ اس کی ابتدائی آیت میں فرمایا گیا:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ①﴾

''ن، قسم ہے قلم کی اور جو کچھ یہ لکھتے ہیں۔''

اس سورت کا پہلا لفظ حروف مقطعات میں سے ہے، جن کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر حرف الگ الگ پڑھا جائے گا' جیسے الٓمّٓ کو الف لام میم پڑھا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حروف مقطعات کے اصل معانی اور مفاہیم کے بارے میں کوئی نہیں جانتا' لیکن اندازہ یہ ہے کہ حروف مقطعات کو عربی ادب کے شہ پاروں کا حصہ سمجھا جاتا تھا، اسی لیے اہل عرب نے ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں اُٹھایا۔ واللہ اعلم!

زیر مطالعہ آیت میں قلم اور سطروں کی قسم کھائی گئی ہے۔ تابعین میں سے تفسیر قرآن میں اونچا مقام رکھنے والے حضرت مجاہد کے نزدیک قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے دورِ نبویؐ میں قرآن لکھا جا رہا تھا۔ قرآن کا نزول براہ راست قلب محمدی ﷺ پر ہو رہا تھا اور پھر آپؐ اس کو لکھواتے تھے۔ اس وقت مکہ میں گنے چنے افراد تھے جو لکھنا جانتے تھے' لیکن وحی الٰہی کی حفاظت کے لیے اول روز ہی سے لکھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے وحی آسمانی کو لکھا جا رہا تھا اور جو چیز اس قلم کے ذریعے لکھی جا رہی تھی' وہ آیات قرآنی تھیں۔

درحقیقت اس آیت میں قرآن مجید کی قسم کھائی گئی ہے' یعنی قسم ہے اس قرآن مجید کی جس کی باقاعدہ کتابت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔

دوسری آیت میں آپ کا ذکر ہے جن کے لیے قسم کھائی گئی ہے۔ قسم کا اصل مقصد گواہی ہوتا ہے، تو قرآن مجید گواہ ہے اس بات پر کہ:

﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ②﴾

''آپ (ﷺ) اپنے رب کے فضل و کرم سے مجنون نہیں ہیں۔''

یہ سورۃ مبارکہ ابتدائی مکی دور کی ہے اور اس وقت کیفیت یہ تھی کہ آنحضور ﷺ کو قوم کی طرف سے الصادق اور الامین کا خطاب دیا گیا تھا' لیکن جب آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچانا شروع کیا تو پھر کیفیت یکسر بدل گئی اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ (معاذ اللہ) یہ مجنون ہے' دیوانہ ہے' شاعر ہے۔

مرتب: حافظ محمد زاہد

آنحضور ﷺ انتہائی حساس القلب انسان تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کل تک مجھے اپنی آنکھوں پر بٹھانے والے اور الصادق اور الامین کا خطاب دینے والے، آج جب میں اللہ کا کلام سنا رہا ہوں جو نوع انسانی کی رشد و ہدایت کے لیے نازل ہو رہا ہے اور جس میں خیر ہی خیر ہے، مجھے ایسے خطابات سے نواز رہے ہیں تو اس کا یقیناً ایک بوجھ آپ ﷺ پر تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس بوجھ کو دور کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی ہے۔ ان آیات کے بین السطور بڑی اپنائیت کا انداز ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے فضل و کرم سے ہرگز مجنون نہیں ہیں' اس کی گواہی اللہ دے رہا ہے اور سب سے بڑا گواہ خود قرآن ہے۔ یہ لوگ اس قرآن کی بنیاد پر آپ ﷺ پر طرح طرح کی باتیں کس رہے ہیں' حالانکہ قرآن تو بہت عظمت والا کلام ہے جس کے سامنے ہر کوئی گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہے۔ اس کو عربی زبان و ادب کے حوالے سے دیکھیں، موضوعات کے اعتبار سے دیکھیں، اس کے لب و لہجہ کو دیکھیں اور پھر خود سوچیں کہ کیا کوئی مجنون یا پاگل شخص اس قسم کا کلام کہہ سکتا ہے۔

اگلی آیت میں اللہ کی طرف سے مزید تسلی دی جا رہی ہے، فرمایا:

﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ③﴾

''اور یقیناً آپؐ کے لیے تو وہ اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ آپؐ کے مقام و مرتبہ میں مسلسل اضافہ ہی کرتا رہے گا اور ہر آنے والا دن آپؐ کے لیے پچھلے دن سے بہتر ہوگا۔

اصل بات یہ ہے کہ کفار بھی جانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے' لیکن ان کے انکار کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ اگر قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کریں گے تو ہماری چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اور ہمارے بت کدے اور ریونیو کا سارا نظام چوپٹ ہو جائے گا۔ بیت اللہ میں تمام قبائل عرب کے 360 بت موجود تھے جن پر نذرانے و چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ بیت اللہ کی تولیت اہل قریش کے پاس تھی اور اس کی وجہ سے انہیں یہ سہولت حاصل تھی کہ پورے عرب کے اندر ان کے قافلوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا تھا اور پورے عرب میں ان کی عزت کا ڈنکا بجتا تھا۔ انہوں نے جان لیا تھا کہ حضور ﷺ جو پیغام دے رہے ہیں اس سے تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا' لہٰذا وہ اپنی معیشت اور چودھراہٹ بچانے کے لیے مخالفت پر اُتر آئے اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے لگ گئے۔ آنحضور ﷺ کو یہ بات بڑی عجیب لگتی تھی اور کفار کے اس طرزِ عمل

سے آپؐ کو بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان آیات میں تسلی دی ہے کہ آپؐ کو کوئی دیوانگی لاحق نہیں ہوئی ہے‘ بلکہ اللہ کی طرف سے تو آپؐ کے اجر میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

اگلی آیت میں اس تسلی کے تناظر میں اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے کردار کی عظمت کو بیان کر رہے ہیں:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴﴾

’’اور آپؐ یقیناً اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔‘‘

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ کے اخلاقِ عالیہ کے کوئی قریب بھی نہیں جا سکتا اس لیے کہ ایک انسان حسنِ اخلاق کی جس انتہا کو چھو سکتا ہے‘ آپؐ اس سے بھی آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اس سے کفار کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس شخص کے اخلاق اتنے بلند ہیں تو تم صرف اپنی ڈھٹائی میں اسے دیوانہ اور مجنون کہہ رہے ہو۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور اپنی عقل کا ماتم کرو۔

اگلی آیات میں فیصلہ کن انداز میں کہا جا رہا ہے:

﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸﴾

’’تو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون فتنے میں مبتلا تھا! یقیناً آپؐ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ تو (اے نبی ﷺ!) آپ ان جھٹلانے والوں کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔‘‘

یعنی تھوڑی دیر کی بات ہے‘ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی۔ پھر تھوڑا ہی عرصہ گزرا اور 21 سال کے بعد نقشہ یہ تھا کہ آنحضور ﷺ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اس وقت آپؐ نے پوچھا کہ اب تم مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے نبی ﷺ! آپؐ خود بھی انتہائی باعزت اور شریف النفس ہیں اور آپؐ انتہائی باعزت اور شریف النفس خاندان سے تعلق بھی رکھتے ہیں۔ یہ کہنے والے سب وہ لوگ تھے جو آپؐ کے دشمن تھے اور جنہوں نے دشمنی کی تمام حدود پھلانگ دی تھیں اور حضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا تھا‘ لیکن رحمۃٌ للعالمین ﷺ نے سب کو معاف کر دیا اور کہا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: جاؤ تم آزاد ہو۔

اگلی آیت میں کفارِ مکہ کی مخالفت کا اصل مدعا بیان کر دیا گیا کہ آخر وہ چاہتے کیا ہیں اور جانتے بوجھتے کیوں مخالفت اور انکار پر اڑے ہوئے ہیں:

﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹﴾

’’وہ تو چاہتے ہیں کہ آپؐ ذرا ڈھیلے پڑیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔‘‘

اصل میں وہ چاہتے یہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے معبودوں‘ جنہیں ہم مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں‘ کے بارے میں سخت کلمات نہ کہیں اور مفاہمت کا راستہ اپنا لیں۔ کفارِ مکہ نے آپ ﷺ سے اس بات کو منوانے کے لیے طرح طرح کے طریقے آزمائے۔ زبانی کلامی بھی ایذا رسانی کی اور جسمانی ٹارچر دینے سے بھی باز نہ آئے۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے‘ نماز کے دوران اونٹ کی نجاست سے بھری اوجھڑی آپؐ کی گردن پر رکھ دی گئی جس کی وجہ سے آپؐ کا دم گھٹنے کو ہو گیا۔ پھر تین سال کے لیے پورے بنی ہاشم کو ایک گھاٹی کے اندر بھی محصور کر دیا گیا۔ الغرض آپؐ کو اس راستے میں طرح طرح کی تکالیف پہنچائی گئیں‘ لیکن جب کچھ بات نہ بنی تو انہوں نے مفاہمتی پالیسی اختیار کرتے ہوئے یہاں تک پیشکش کی کہ اگر آپؐ ہماری بات مان لیں اور ہمارے بتوں کو برا مت کہیں تو ہم آپؐ کو بادشاہ

پریس ریلیز 4 ستمبر 2015ء

سکول کے طالب علم اور طالبہ کی اجتماعی خودکشی ہمارا معاشرتی المیہ ہے

ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی مغرب کی اندھا دُھند تقلید کرتے ہیں

پنجاب میں گدھے اور مردار جانور کے گوشت کی خرید و فروخت ظاہر کرتی ہے کہ ہم زر پرستی میں حلال اور حرام کی تمیز کھو بیٹھے ہیں

حافظ عاکف سعید

سکول کے طالب علم اور طالبہ کی اجتماعی خودکشی ہمارا معاشرتی المیہ ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم مغرب کی ابلیسی تہذیب کو اپناتے ہوئے مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں۔ جس سے اس نوع کے حادثات جنم لیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ مخلوط تعلیم کا حصول روشن خیالی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دینِ فطرت ہے لہٰذا انسانی فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور مرد اور عورت کے باہمی اختلاط کو ناجائز قرار دیا گیا تاکہ معاشرے کو ایسے حادثات سے محفوظ رکھا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی مغرب کی اندھا دُھند تقلید کرتے ہیں۔ مغرب میں سماج ایسے جنسی روابط میں حائل نہیں ہوتا اور اس کی کھلی اجازت دیتا ہے۔ مسلمان معاشرہ چونکہ اس کی اجازت نہیں دیتا لہٰذا یا خودکشیاں ہوتی ہیں یا غیرت کے نام پر قتل کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ پنجاب میں گدھے کا گوشت اور مردار جانور کے گوشت کی خرید و فروخت ظاہر کرتی ہے کہ ہم زر پرستی میں نہ صرف حلال اور حرام کی تمیز کھو بیٹھے ہیں بلکہ عام انسانی اقدار کو بھی پامال کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت کو ایسا ماحول اور ایسی فضا قائم کرنا ہوگی کہ معاشرہ میں جرائم پنپ نہ سکیں۔ جرم کے ارتکاب کے بعد خواہ مخواہ کی بھاگ دوڑ محض کارروائی ہوتی ہے جس سے کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ ہم صرف اسلامی معاشرہ کی تشکیل سے دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

بنادیں گے' آپؐ کے قدموں میں ہیرے جواہرات کے انبار لگادیں گے اور جس گھرانے میں آپؐ چاہیں ہم آپؐ کی وہاں شادی کرادیں گے۔

اگر ہم اپنے انداز سے سوچیں تو شاید ہم کہیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ پیشکش مان لینی چاہیے تھی اس لیے کہ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ اس وقت حضرت بلال، حضرت خباب بن الارت ، حضرت یاسر ، حضرت عمار، حضرت سمیہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو ظلم ہو رہا تھا' وہ ختم ہو جاتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ حضور اکرم ﷺ بادشاہ بن کر اسلام کو بھی غالب کر سکتے تھے۔ لیکن آپؐ نے یہ پیشکش اس لیے قبول نہیں کی کہ جو لوگ آج بادشاہ بنا رہے ہیں، وہ کل اتار بھی سکتے ہیں تو قوت کا اصل منبع و سرچشمہ تو یہ ہوئے۔ لہٰذا آپؐ نے تمام پیشکشیں ٹھکرائیں اور اپنی قوت پر وہ حزب اللہ تیار کی جو باطل نظام سے اس زور سے ٹکرائی کہ اسے پاش پاش کر دیا۔ پھر سارا نظام آپؐ کے کنٹرول میں آ گیا اور کوئی قوت جزیرہ نمائے عرب میں موجود نہ رہی۔ پھر پورا کا پورا دین قائم و نافذ ہو گیا اور اس میں کسی قسم کی باطل کی آمیزش یا شراکت شامل نہ تھی۔

یہاں تک تو رسول اللہ ﷺ کو مختلف پیرائے میں تسلی دی جا رہی تھی' جبکہ آگے تسلی کا ایک نیا انداز ہے کہ سردارانِ قریش کے کردار پر بڑی سخت ضرب لگائی گئی کہ تم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی بکواس کرتے ہو حالانکہ وہ عظمتِ کردار اور حسنِ اخلاق کے اعتبار سے انتہا پر ہیں' جبکہ تم اپنے گریبانوں میں تو جھانکو کہ تم ہو کون؟ تم تو اپنے گھٹیا پن کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے' لیکن قرآن تمہارے کردار کی ایک جھلک لوگوں کو ضرور دکھائے گا۔

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (10) هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍ (11) مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (12) عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (13) أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ (14) إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ (15) سَنَسِمُهُۥ عَلَى ٱلْخُرْطُومِ (16)﴾

''اور آپؐ مت مانیں کسی ایسے شخص کی بات جو بہت قسمیں کھانے والا (اور) انتہائی گھٹیا ہے۔ رُو در رُو طعنے دیتا ہے' چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔ خیر سے روکنے والا' حد سے بڑھنے والا' گنہگار۔ بالکل گنوار ہے' اس کے بعد یہ کہ بے نسب بھی ہے۔ صرف اس گھمنڈ پر کہ وہ مال و دولت اور بیٹوں والا ہے۔ جب اسے ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے۔''

مجموعی طور پر یہ سارے سردارانِ قریش پر تبصرہ ہو رہا ہے۔ ان آیات میں جو نقشہ کھینچا جا رہا ہے' یہ کم و بیش تقریباً سب پر صادق آ رہا تھا۔ بالخصوص اس کے پس منظر میں تین افراد کے نام لیے جاتے ہیں: اخنس بن شریق' اسود بن عبد یغوث اور ولید بن مغیرہ۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ ان آیات میں جس شخص کے کردار کا نقشہ کھینچا گیا وہ ولید بن مغیرہ ہے جس کا کردار انتہائی گھٹیا تھا۔

ان آیات کے ضمن میں تین باتیں یاد رکھنے کی ہیں: (1) قرآن مجید کا اسلوب لوگوں کے کردار کے گھٹیا پن کو بیان کرنا نہیں ہے' لیکن یہاں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے کفار مکہ کے کردار کی ایک جھلک دکھلائی جا رہی ہے۔ اور یہ اللہ ہی کر سکتا تھا، حضور ﷺ بھی خود یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ (2) ان آیات کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ سردارانِ قریش کو بھی پتا تھا کہ یہ واقعی اللہ کا کلام ہے۔ اسی لیے وہ اتنی سخت باتیں سن کر بھی حضور ﷺ کے درپے نہیں ہوئے کہ آپؐ نے ہمیں یہ کیا کہہ دیا۔ (3) ان آیات میں آنحضور ﷺ کے لیے بہت تسلی کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کا دفاع بہت قوت کے ساتھ کر رہے ہیں بایں طور کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ کردار کو بیان کیا اور دوسری طرف کفار مکہ کے کردار کے گھٹیا پن کا تذکرہ کر کے انہیں ذلیل و خوار کر دیا۔

سردارانِ قریش اور خصوصاً ولید بن مغیرہ کو اپنے مال و دولت اور اولاد پر بہت گھمنڈ تھا تو آئندہ آیات میں کفار مکہ کو سبق دلانے کے لیے بہت عمدہ اور عام فہم تمثیل کے طور پر باغ والوں کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے:

﴿إِنَّا بَلَوْنَٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا۟ لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ (17) وَلَا يَسْتَثْنُونَ (18)﴾

''یقیناً ہم نے ان (اہل مکہ) کو اسی طرح آزمایا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، جبکہ انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور اس کا پھل اُتار لیں گے صبح سویرے۔ اور انہوں نے (اس پر) ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔''

اللہ تعالیٰ دنیا میں مختلف طریقے سے آزماتا رہتا ہے' کبھی دے کر آزماتا ہے اور کبھی لے کر آزماتا ہے۔ باغ والوں کو اللہ نے بہت کچھ مال و دولت سے نوازا تھا اور ہر سال باغ پر بہت زیادہ پھل لگتا تھا جس سے ان کے وارے نیارے ہو جاتے تھے۔ ایک سال جب باغ کا پھل پک گیا تو انہوں نے پروگرام بنایا کہ کل صبح سویرے ہم پھل اتار لیں گے اور اس پر انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہیں کہا۔ انہیں یہ خیال نہیں آیا کہ ان کے اوپر بھی کوئی ذات ہے' بلکہ انہیں یقین تھا کہ ہم اپنے بل پر یہ کام کر سکتے ہیں۔ اس کا خمیازہ اُنہیں بھگتنا پڑا:

﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ (19) فَأَصْبَحَتْ كَٱلصَّرِيمِ (20)﴾

''پس ایک پھرنے والا پھر گیا اس (باغ) پر آپ کے رب کی طرف سے جبکہ وہ ابھی سوئے ہوئے ہی تھے۔ تو وہ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو۔''

یعنی راتوں رات آسمان سے کوئی آفت نازل ہوئی اور سارا باغ اجڑ گیا۔ چونکہ یہ لوگ بے خبر تھے کہ رات ان کے ساتھ کیا ہو گیا ہے تو یہ اپنے طے شدہ پروگرام کے تحت صبح سویرے اُٹھے اور باغ کی طرف چل دیے۔

قرآن نے اس بارے میں کتنا عمدہ نقشہ کھینچا ہے:

﴿فَتَنَادَوْا۟ مُصْبِحِينَ (21) أَنِ ٱغْدُوا۟ عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰرِمِينَ (22) فَٱنطَلَقُوا۟ وَهُمْ يَتَخَٰفَتُونَ (23) أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا ٱلْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ (24) وَغَدَوْا۟ عَلَىٰ حَرْدٍ قَٰدِرِينَ (25)﴾

''اب صبح ہی صبح انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ صبح سویرے چلو اپنے کھیت کی طرف اگر تم پھل توڑنا چاہتے ہو۔ چنانچہ وہ چلے اور آپس میں چپکے چپکے یہ باتیں کرتے جا رہے تھے کہ دیکھو آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے چلے جلدی جلدی (یہ سمجھتے ہوئے) کہ وہ اس ارادہ پر پوری طرح قادر ہیں۔''

لیکن جب وہ باغ کے پاس پہنچے تو وہاں سارا کا سارا نقشہ ہی الٹا تھا اور سب کچھ تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ تو ان کا فوری ردِعمل یہ تھا:

﴿فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا۟ إِنَّا لَضَآلُّونَ (26) بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (27)﴾

''پھر جب انہوں نے اس (باغ) کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو کہیں بھٹک گئے ہیں۔ نہیں نہیں، (باغ تو یہی ہے) ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔''

یعنی بہت جلد انہیں احساس ہو گیا کہ جگہ تو وہی ہے' لیکن ہم محروم ہو گئے ہیں اور ہماری ساری متاعِ حیات ہم سے چھن گئی ہے۔ اس حقیقت کے آشکارا ہو جانے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا: (باقی صفحہ 12 پر)

رات کی سیاہی سے صبح کو پکڑنے تک

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

بھارت نے دو ماہ میں 100 سے زائد سرحدی خلاف ورزیاں کی ہیں اور درجنوں شہادتیں ہو چکیں۔ قبل ازیں بی بی سی نے رپورٹ دی کہ بھارت پاکستان سے فیصلہ کن جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ 28 اگست کی بھارتی فائرنگ سے 8 شہید اور 48 زخمی ہوئے ہیں۔ افغان بھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ مغربی سرحد پر اشرف غنی حکومت کی جانب سے بھی گل پاشی نہیں ہوتی۔ جارحیت کا کوئی نہ کوئی واقعہ چلتا ہی رہتا ہے۔ اندر ملک میں بھی چومکھی لڑی جا رہی ہے۔ جمہوریت کے ماسک تلے کا مارشل لاء جھانکتا رہتا ہے۔ وزیراعظم کی بدن بولی، تصاویر میں اور بیانات کا لب و لہجہ فدویت کا شاہکار ہوتا ہے۔ دست و پابستہ جمہوریت جس کی کنپٹی پر رکھی بندوق دیکھی جا سکتی ہے! ایک محاذ مدارس کا کھول رکھا ہے۔ ملک بھر میں چھاپہ مار دستے علماء، طلبہ اور مدرسوں کے درپے ہیں۔ قبائلی علاقہ جات میں سات سو تین مدارس بلیک لسٹ کر دیے گئے ہیں۔ کم و بیش 50 ہزار سے زائد زیر تعلیم بچے بچیوں کا مستقبل کیا ہوگا؟ دربدری کے مارے خاندانوں کے بچے مزید کتنے چرکے اٹھائیں گے؟ دینی علم نے قبائل کو وہ دم خم دے رکھا تھا جو مضبوط ایمانی بنیاد کی وجہ سے گوروں کو ناکوں چنے چبواتا رہا۔ اب سیکولرائزڈ پاکستان دینی علم کو نشانہ بنائے گا؟ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ان مدارس کو ختم کرنا، کمزور کرنا ممکن نہیں۔ البتہ آمادۂ جنگ کرنے کے اہتمام ضرور کیے جا رہے ہیں۔ تنگ آمد بجنگ آمد فارمولے آزمایئے۔ اتنے محاذوں کو کون سنبھالے گا؟ پیپلز پارٹی سے بھی دشمنی مول لے لی ہے۔ کرپشن کے حمام میں اگرچہ سب ایک سے ہیں۔ پہلا پتھر تو وہ مارے جو خود پاک ہو! یہ شرط عائد ہو (اگر دیانتداری سے) تو ساری سیاسی عسکری بھیڑ چھٹ جائے گی۔ ہر کرسی والے کا ذریعۂ معاش سرکاری مال کی لوٹ مار ہی تو ہے! جمہوریت اصلی ہو یا نقلی، پیسے کا کھیل ہے۔ وردی والوں کے ڈھنگ کراماتی ہوا کرتے ہیں سو انہیں میلی آنکھ سے دیکھنا یوں بھی کسی کے بس کی بات نہیں! امریکہ کے صدارتی انتخابات میں پیسے کے ہوش ربا اعداد و شمار دیکھ لیجیے۔ تاریخ کا مہنگا ترین الیکشن ہو رہا ہے۔ روزانہ اڑھائی کروڑ ڈالر کا خرچ ہے۔ دولت مند افراد اور بڑی کاروباری کمپنیوں نے 100 ملین ڈالر کا حصہ ڈالا ہے۔ جو جتنا ڈالے گا وہ بڑھا چڑھا کر بعد ازاں اپنا حصہ وصول کر لے گا! دنیا بھر کے عوام تو صرف تماش بین کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں انہیں جو حصہ ملتا ہے وہ تو بس میٹرو کے جھولے لے کر خوش ہو لیں۔ یا چاہیں تو تحریک انصاف کے بھنگڑوں میں ناچ کر دل خوش کر لیں۔ صلائے عام ہے۔ مٹھائیاں بھی مل جائیں گی کھانے کو۔ حیرت تو یہ ہے کہ ایک تھکا ہارا کرپشن زدہ ملک، جس کی معیشت کا کل دارومدار امریکہ کے لیے لڑی جانے والی جنگوں پر ہے، اس پر حکمرانی کے شوق میں لڑنے مرنے والے کتنے بے شمار ہیں! کرسی کی بھوک، شہرت اور سرکاری خزانے تک رسائی کی بھوک نے دیوانہ کر رکھا ہے۔ ایک ایک سیٹ پر ڈالے جانے والے بھنگڑوں کی رنگ ترنگ تصاویر، بڑھکوں بھرے بیانات، مرد و زن باہم شیر و شکر ناچتے گاتے مٹھائیاں کھاتے ایک مفلس و نادار عوام سے بھری قوم کا کیا سنواریں گے؟ احساسِ ذمہ داری، مصائب میں گھری قوم کا درد ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔

بے کسی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے دلی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں!

الیس منکم رجلٌ رشید۔ شیخ رشید اور پرویز رشید تو یقیناً ہیں۔ تاہم رجلِ رشید چراغ لے کر ڈھونڈے نہ ملے گا۔ احساسِ ذمہ داری تلے پستے، رات رات بھر روتے عمر بن عبدالعزیزؒ کی بات تو دور کی رہی۔ یہاں تو قوم کو کفر کی غلامی کے شکنجے سے آزادی دلانے والے بانیٔ پاکستان سے بھی کسی ایک لیڈر کو دور کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ جس شخص نے نومسلموں جیسے قوی جذبے سے اپنے جسم و جان کی قوت کی ہر رمق ملک کو اسلامی نظامِ مملکت دینے کی خواہش میں لگا کھپا دی۔ 100 سے زائد تقاریر اس پر گواہ ہیں۔ لیکن آج اقبالؒ اور محمد علی جناحؒ کے خیالات، تصورات، بیانات، تقاریر میں اخلاقی، علمی بددیانتی اور تحریف راہ پا گئی ہے۔ اپنے بہکے بھٹکے سیکولر تصورات ان کے سر منڈھنے کا عمل جاری ہے۔

جو کچھ بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کا عکس یہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ بھارت میں اتنی بڑی مسلم آبادی کے حقوق اور آزادی داؤ پر ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ نے مسلم طالبات کو سکارف اوڑھنے کی اجازت دینے سے انکار کرتے ہوئے مسلم تنظیموں کی تمام درخواستیں خارج کر دیں۔ اتر پردیش میں ٹوپی پہن کر آنے والے طالب علم کو بدسلوکی اور اشتعال انگیز رویے سے دھتکار کر داخلہ دینے سے انکار کر دیا۔ جتنا غضب ناک ہندو اسلامی شعائر پر ہوئے، عین وہی رویہ لاہور جی سی یونیورسٹی میں طالبہ مہرین شفیق کو (بظاہر) مسلمان اساتذہ کے ہاتھوں سہنا پڑا۔ پروفیسر حضرات انٹرویو لیتے ہوئے سیخ پا ہو گئے جب طالبہ نے نقاب ہٹانے سے انکار کر دیا۔ طالبہ کی لیاقت و صلاحیت نہیں، چہرہ کشائی داخلے کا معیار بن گئی؟ حجاب ہوس طلب نگاہوں پر ایک طمانچے کی حیثیت رکھتا ہے یقیناً۔ یہ ایک کافر کے لیے تو چیلنج ہو سکتا ہے مگر مسلمانوں کا یہ ردعمل؟ اور یہ پہلا واقعہ تو نہیں ہے۔ پاکستان میں بھی حیا، پردہ، داڑھی ہر جگہ نشانے پر ہے۔ تعلیمی ادارے ہوں یا ملازمتیں۔ اسلام دشمنی کی بڑھتی پھیلتی وبا ملک کے لیے نیک شگون نہیں۔ تاہم یہ عجب طرفہ تماشا ہے کہ اسلام، مساجد، داڑھی سے بیر روز افزوں ہے لیکن ہر سیکولر شہادت کا تمغہ سینے پر کمربستہ رہتا ہے۔ زندگی بھر ان شعائر سے الرجی کا مرض گھیرے رہتا ہے مگر شہادت سے دستبرداری کو تیار نہیں۔ آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اگر اس پر کوئی سوال اٹھا دے!

ایک خبر یہ بھی ہے کہ بھارت نے مدھیہ پردیش کے ریاستی نصاب میں پرویز مشرف کو 6 عظیم شخصیات میں شامل کر لیا ہے۔ جن نصابوں نے برصغیر میں اسلام کے سفیر محمد بن قاسمؒ اور بت شکن محمود غزنوی کو ولن اور لٹیرا بنایا، انہی نے پرویز مشرف کو عظیم قرار دیا! قبل ازیں

اسرائیل میں بھی یہ اعزاز مشرف کو بخشا گیا کہ ان کا وزیر اعظم مشرف کی سلامتی کی دعائیں کرتا رہا!

آزاد قومیں اپنے نصاب اور نظامِ تعلیم و تربیت اپنی قومی، ملی ضروریات کے مطابق طے کیا کرتی ہیں۔ ہماری طرح لنڈا بازار سے مستعار بدیسی ایجنڈوں، کفریہ تصورِ زندگی، پرائی زبان پر شناخت گم کردہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ تیار نہیں کیے جاتے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی!

یو ایس ایڈ کے ایڈز بھرے امدادی پیکجوں سے جو نسل تیار ہو رہی ہے، نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ اور یہ بھی کہ پرکار وسخن ساز ہے نمناک نہیں ہے! اقبالؒ کے سارے مرثیے ان پر پڑھے جاسکتے ہیں۔ قصور ان شاہیں بچوں کا نہیں، انہیں خاکبازی سکھانے والوں کا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ یا تو قصور والے شرمناک قصور ہو رہے ہیں، یا بتایا گیا کہ وکیل بہت مصروف ہیں۔ بھاگی ہوئی لڑکیوں، لڑکوں کی کورٹ میرج اور (کچھ ہی عرصے بعد) دھڑا دھڑ طلاقوں کے مقدمے۔ ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری۔ اخلاق و کردار کی گراوٹ اور کھوکھلا پن خوفناک حدوں کو چھو رہا ہے۔ اسلام دشمنی کے نتائج میں یہ سرِفہرست ہے۔ آخرت پر ایمان ہم کھو چکے ہیں، جو اخلاق و کردار کی درستگی کی جڑ بنیاد ہے۔ گورے سے ڈالر لینے کی مجبوری نے ہمیں اس حال کو پہنچا دیا۔

عمر بیت جائے گی داستان لکھنے میں
رات کی سیاہی سے صبح کو پکڑنے تک!

☆☆☆☆☆

دعائے صحت

☆ تنظیم اسلامی منڈی بہاؤالدین کے رفیق ارشد علی گردن کے مہروں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی منڈی بہاؤالدین کے ناظم مالیات مبشر نعیم کے بھانجے کا آپریشن ہوا ہے۔

☆ منفرد اسرہ بورے والا کے ملتزم رفیق سیف الرحمان رضا روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

حج اور اس کے تقاضے

مفتی محمد منصور پوری

حج اسلام کا وہ عظیم الشان رکن ہے جس کے ہر ہر پہلو سے عشق خداوندی اور محبت ایزدی کا اظہار ہوتا ہے۔ حج کا سفر سیر و تفریح نہیں بلکہ بندہ کی جانب سے جذبہ عاشقی کا بھرپور مظاہرہ ہے۔ حاجی احرام باندھ کر گویا اعلان کرتا ہے کہ اب وہ دنیوی علائق سے آزاد ہو کر اپنے محبوب حقیقی سے وصال کے لیے رختِ سفر باندھ چکا ہے۔ اب اس کی زبان پر ایک ہی رٹ ہے۔ ”لبیك اللھم لبیك“ (اے پروردگار میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں)۔ وہ مکہ مکرمہ پہنچ کر دیوانہ وار بیت اللہ شریف کا طواف کر کے اپنے جذبۂ عشق کو سکون عطا کرتا ہے۔ اسی طرح اسے حکم ہے کہ وہ صفا و مروہ کے درمیان عاشقانہ انداز سے سعی کرے۔ پھر یہی عشق اسے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں لے جاتا ہے۔ بالآخر وہ بارگاہ ایزدی میں قربانی کر کے گویا اپنی جان کا نذرانہ محبوب کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔ الغرض سفرِ حج کا ہر لمحہ عشق و محبت کا آئینہ دار اور بندہ کی جانب سے محبوب حقیقی سے سچی انسیت کا کھلا مظاہرہ ہے۔ اسی لیے اس عبادت کے فضائل بھی بہت عظیم الشان ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) دوسری حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ جو شخص حج کرے اور اس میں بے حیائی اور فسق و فجور نہ کرے تو وہ حج کر کے اس طرح (گناہوں سے پاک ہو کر) لوٹے گا گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (الترغیب والترہیب) ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے جواب دیا: اللہ پر ایمان لانا، پھر جہاد اور پھر حج مقبول جو (بقیہ) سارے اعمال پر اتنے درجہ فضیلت رکھتا ہے جو سورج کے طلوع و غروب کے درمیان ہے۔ (احمد طبرانی الترغیب) ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی نقل کیا گیا ہے کہ حج گناہوں کو اس طرح دھو ڈالتا ہے جیسے پانی میل کچیل کو صاف کر دیتا ہے۔ (طبرانی، الترغیب)

ان کے علاوہ بھی بہت سی احادیث و آثار حج کی فضیلت و عظمت پر دال ہیں، جن سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ اس اہم ترین عبادت کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ سفرِ حج کی اصل روح پورے سفر کے دوران خاص طور پر منکرات و فواحش سے کلی اجتناب کرنا ہے حتیٰ کہ اس سفر میں بہت سے ایسے امور بھی ناجائز قرار دیئے جاتے ہیں جو سفر سے پہلے جائز ہوتے ہیں مثلاً بیوی سے بے حجابی کی باتیں کرنا، زیب و زینت کرنا وغیرہ۔ دراصل حج کی قبولیت کا مدار انہی ہدایات کی پیروی کرنے پر ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرہ:197)

”حج کے مہینے (معین ہیں جو) معلوم ہیں۔ تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کر لے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے اور نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا۔ اور زادِ راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے اور اے اہلِ عقل مجھ سے ڈرتے رہو۔“

حضرت سفیان ثوریؒ کا مقولہ ہے کہ جس نے حج میں بے حیائی کا کام کیا اس نے گویا اپنے حج کو فاسد کر دیا (احیاء العلوم)، یعنی اگرچہ اس کا فرض ادا ہو گیا لیکن قبولیت حاصل نہ کر سکا۔ حج میں یہ جذبہ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ یہ عبادت خالصۃً اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کے لیے ادا کی جائے۔ اگر اس میں کوئی اور غرض شامل ہو

گی یا منکرات سے بچنے کا اہتمام نہ ہوگا تو صحیح معنی میں حج کی غرض حاصل نہ ہوگی۔

یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ آج حج جیسی پُرعظمت عبادت میں ریاکاری، شہرت طلبی، اسراف اور منکرات پرمبنی رسمیں جگہ پکڑتی جارہی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری طرح صادق آ رہی ہے کہ آخری زمانہ میں چار طرح کے لوگ حج کریں گے۔ بادشاہ تفریح کی غرض سے، امراء تجارت کے مقصد سے، فقراء بھیک مانگنے کے لیے اور قراء اور علماء شہرت طلبی کے لیے۔ (احیاء العلوم)

یہ غیر شرعی التزامات حج کے سفر پر جانے سے کافی دنوں پہلے سے شروع ہو جاتے ہیں۔ عازم حج کے اعزاز میں پُرتکلف دعوتوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ کہیں کہیں قوالی کی محفلیں بھی منعقد کی جاتی ہیں اور بجائے اس کے کہ احکام حج کو سیکھا جائے اور آتش شوق میں اضافہ کیا جائے، فضول ملاقاتوں میں وقت ضائع کیا جاتا ہے، پھر جانے والے دن سارے خاندان کے افراد مرد وعورت جمع ہوتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک ایک فرد کو ایئر پورٹ تک چھوڑنے کے لیے پچاسوں افراد جاتے ہیں جن میں بے پردہ عورتیں حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی شامل ہوتے ہیں اور ایئر پورٹ پر وہ شور وغوغا، فوٹو گرافی اور بے حجابی کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں کہ الامان الحفیظ۔ ایک میلہ لگا رہتا ہے جس میں عبادت کا جذبہ برائے نام اور سیر و تفریح اصل مقصود ہو جاتی ہے۔ عازم حج کو پھولوں سے لاد کر اس کے ساتھ تصاویر کھنچوائی جاتی ہیں اور بعض لوگ تو باقاعدہ ''ویڈیو فلم میکر'' کو ساتھ لے کر جاتے ہیں جو ان سب مناظر کو کیمرے میں محفوظ کرنے کا ''فرض'' انجام دیتا ہے۔ گویا پہلے ہی مرحلے میں اللہ رب العزت کی نافرمانی سامنے آتی ہے اور حج کے سفر کی روح نکال دی جاتی ہے۔

پھر بہت سے لوگ حج کے ارکان کی ادائیگی کے وقت بھی جائز و ناجائز کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیتے۔ بیت اللہ شریف میں حجر اسود کے بوسہ کے لیے اس قدر ازدحام ہوتا ہے کہ مرد وعورت کا امتیاز و لحاظ باقی نہیں رہتا۔ عورتیں بے حیائی کے ساتھ غیر مردوں کے درمیان گھس جاتی ہیں اور مرد بھی بے محابا اجنبی عورتوں پر گرے پڑتے ہیں جبکہ اس طریقہ پر معصیت کر کے حجر اسود کا استلام ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ اگر بوسہ لینے کا موقع نہ ہو تو دور سے اشارہ کر کے ہاتھ چوم لینے سے بھی بعینہ وہی ثواب ملتا ہے تو گناہ کے ارتکاب سے کیا فائدہ؟ اس مقدس اور مبارک مقام پر اس بے حیائی کا اظہار حد درجہ مذموم اور قابل ترک ہے۔

حج کے ہر ہر لحہ میں اس طرح کے بے حیائی کے کاموں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حکومت سعودیہ کی توجہ سے حرم نبوی، مدینہ منورہ میں زیارت کے لیے مردوں اور عورتوں کے الگ الگ اوقات مقرر کر دینے سے وہاں بے محابا اختلاط سے نجات مل گئی ہے۔ خدا کرے مسجد حرام میں بھی اس طرح کی کوئی شکل نکل آئے تو اس عموم بلوئی سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حاجی کو تحمل، برداشت اور صبر اپنے اوپر لازم کر لینا چاہیے۔ خود دھکم پیل سے گریز کرنا چاہیے۔ اور دوسروں کی دھکم پیل کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے ہر دم یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دوسرے مسلمان بھائی کو اور اُس کی ضرورت کو اپنے پر ترجیح دے۔ بدترین صورت حال میں بھی زبان اور ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ پہنچائے۔ ہر وقت خود احتسابی کی کیفیت طاری رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ سرزد ہو جائے جس سے ساری مشقت اور محنت کے ضائع ہونے کا امکان ہو۔ پھر بھی یہ سمجھے کہ اُس کا حج صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور فضل سے قبول ہوگا۔

اسی طرح اپنی نظر کی حفاظت میں لوگ بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔ یہ بڑی محرومی اور بدبختی کی بات ہے کہ انسان وہاں جا کر بھی اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ پھر جوں جوں واپسی کا وقت قریب آتا جاتا ہے، بہت سے حجاج اپنا بقیہ وقت طواف و زیارت سے زیادہ حرم کے بازاروں اور جدہ کی مارکیٹوں میں گزارنے لگتے ہیں اور وقت کو غنیمت نہ جان کر احباب اور رشتہ داروں کے لیے تحفہ تحائف خریدنے میں مصروف ہوتے ہیں جو بجائے خود نہایت بے حسی اور محرومی کی بات ہے۔ گھر والوں کے لیے تحفے لانا یا خرید و فروخت ممنوع نہیں لیکن اس میں وقت کا ضرورت سے زیادہ ضیاع جذبہ حج کے منافی ہے اور اس سے بچنا لازم ہے۔

جب حاجی فریضہ حج ادا کر کے وطن واپس ہوتا ہے تو پہلے ہی سے اس کے استقبال کے لیے ایئر پورٹ پہنچنے والے رشتہ دار (جن میں مرد وعورت سب شامل ہوتے ہیں) معصیت اور نافرمانی کی چیزیں، فوٹو اور ویڈیو کیمرے، اسی طرح پھولوں اور نوٹوں کے ہار لیے تیار رہتے ہیں اور اطاعت خداوندی کا عہد کر کے لوٹنے والا حاجی آتے ہی ان معاصی میں مبتلا ہو کر قبولیت دعا کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ حجاج سے گھر لوٹنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے پہلے دعا کراؤ۔ پھر گھر آ کر جو رسومات اپنائی جاتی ہیں وہ سب بھی حج کی روح سے میل نہیں کھاتیں۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ''حج مبرور ومقبول کی نشانی یہ ہے کہ حاجی دنیا سے بے رغبت، آخرت کی یاد میں مستغرق اور دوبارہ زیارت حرمین شریفین کا شوق لے کر لوٹے۔ اگر یہ جذبات نہیں ہیں تو سمجھ لے کہ اس کا حج مبرور نہیں ہے۔'' (احیاء العلوم)

ہونا یہ چاہیے کہ حج انسان کے اعمال میں انقلاب، اطاعت کی توفیق اور معاصی سے مکمل احتراز کا ذریعہ بن جائے۔ جب ہی سفر حج کا واقعی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆رفیق تنظیم اسلامی گجرات کو اپنی ہمشیرہ، عمر 29 سال، تعلیم ایم اے انگلش، رفیقہ تنظیم، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0334-9779001

☆رفیق تنظیم اسلامی بہاولپور، عمر 27 سال، سٹائلو شوز (منیجر) دینی مزاج کی حامل صوم صلوٰۃ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-8963335

☆رفیق تنظیم اسلامی بہاولپور (ایک سالہ کورس مکمل)، عمر 28 سال، گورنمنٹ ملازم کے لیے دینی مزاج کی حامل صوم وصلوٰۃ کی پابند خوب سیرت وخوب صورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0345-6854125

☆دینی مزاج کی حامل خوب سیرت وخوب صورت دو بہنیں، عمر 26 سال، تعلیم ماسٹر اور عمر 28 سال، تعلیم ایم ایس سی اکنامکس کے لیے، نیک، دیندار اور برسر روزگار تعلیم یافتہ لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0323-5536711

☆لڑکا انجینئر، عمر 24 سال، قد 6 فٹ، نیک شریف کے لیے پڑھی لکھی لڑکی جس کی عمر 20 سال ہو اور قد 5.5 ہو، دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0331-4979324

☆لاہور میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنی مطلقہ بیٹی (جس کے دونوں بچے مستقلاً سابق شوہر کے پاس ہیں) عمر 34 سال، تعلیم ایم بی اے کے لیے دینی مزاج کے حامل ویل سیٹلڈ، (عمر تقریباً 40 سال) شخص کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0305-4786221

042-35217060

انجینئر نوید احمد مرحوم......انجمن خدام القرآن کا چمکتا ہوا ستارہ

شمس الحق اعوان

انجینئر نوید احمد مرحوم سے میری ملاقاتیں ان دنوں کی بات ہے جب تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن زمین میں جڑیں پکڑ رہی تھیں۔ رفقاء کی تعداد بھی کم تھی اور باصلاحیت رفقاء تو بالکل ہی ناپید تھے۔ ان دنوں برادرم نوید احمد کی بازیافت ایک قیمتی ہیرے سے کم نہ تھی، جس کا استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔ فاصلاتی بُعد کے باعث ان سے میری ملاقاتیں زیادہ نہ تھیں۔ مرکزی مجلس عاملہ یا مرکزی مشاورت ہی ملاقاتوں کا سبب بنتیں لیکن ان کی شخصیت ہی کچھ ایسی تھی کہ معلوم ہوتا کہیں آس پاس ہی موجود ہیں۔ مغائرت کا احساس تک نہ ہوتا۔ جہاں تک ان کی سوچ اور آراء کا تعلق ہے، ان مجالس میں وہ اتنی وزنی ہوتی تھیں کہ رد کرنا ممکن نہ تھا۔ میرے اور ان کے طریق کار میں اگرچہ فرق تھا، میں فیلڈ میں کام کرنے کا قائل ہوں جبکہ وہ تدریسی اور تربیتی عمل کو ترجیح دیتے تھے، تاہم ہم دونوں اس بات پر متفق تھے کہ علم، محنت اور اخلاق کے بغیر کوئی تحریک بارآور نہیں ہوسکتی اور نہ ہی کوئی قوم کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی ہے۔ تحریکیں اگر خلوص نیت سے کام کریں تو اللہ تعالیٰ خود ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے باصلاحیت افراد تلاش کر کے ان کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ ع

خدا خود در تلاش آدمی است

یعنی خدا خود آدمیوں کی تلاش میں رہتا ہے۔

کئی مواقع پر نوید احمد مرحوم کی آواز میری حمایت میں اٹھتی تھی۔ میٹنگ کے موقع پر جب ہم قرآن اکیڈمی، لاہور کے ہال میں قیام کرتے تھے تو بعد نماز فجر سونا چونکہ میرے لیے ہمیشہ ہی سوہانِ روح رہا ہے، میں ہال کے بورڈ پر یہ اشعار لکھ دیا کرتا تھا:

صبح سوتے ہیں، شام سوتے ہیں
قوم کے غم میں بار بار سوتے ہیں
دورِ حاضر کے رہبروں کی قسمت ہے
خوب کھاتے ہیں، خوب سوتے ہیں

جہاں بہت سارے احباب جُز بُز ہوتے تھے، ان کی حمایت میری حوصلہ افزائی کا سبب بنتی تھی۔ یہ ان کا میرے اوپر ذاتی احسان ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم جب بھی کراچی سے واپس آتے تو نوید احمد مرحوم کا ذکر ضرور کرتے کہ ایک نوجوان ہے جو بہت کام کر رہا ہے۔ یہی سخت کوشی انہیں لاہور کھینچ لائی اور مرکزی ناظم تربیت مقرر ہوئے۔ اس حیثیت سے ان کی کوششوں سے واقفیت ہوتی رہی اور قرآن حکیم سے ان کے تعلق کے حوالے سے یک گونہ سکون ملتا رہا۔

شاگرد رشید کے ذکر کے ضمن میں اگر استاد مکرم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ذکر بھی ہوجائے تو بے محل نہ ہوگا۔ ایک وقت وہ تھا جب بعض اہلیان علم کہا کرتے تھے کہ تم چودہ علوم نہیں جانتے، دوائیاں بیچنے والے ڈاکٹر ہو، ہم تمہیں درس قرآن کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اب بعض کانفرنسز میں مقررین کی زبان سے ایسے الفاظ بھی سننے میں آئے ہیں کہ قرآن حکیم کو عام کرنے میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسا کام پاکستان میں کسی اور نے نہیں کیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی کوششوں کو آگے بڑھانے میں انجینئر نوید احمد جیسے شاگردوں کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ اس معاملے میں ڈاکٹر صاحب الحمدللہ ایک حجت بن چکے ہیں (اے اللہ رب العزت! ان کی کوتاہیوں کو معاف فرما اور اپنی رضا عطا فرما)۔

پس نوشت

مرحوم واقعی ناظم تربیت تھا، مرتے مرتے بھی تربیت دینے کے فریضہ سے باز نہ آیا۔ میں نے برادرم نسیم الدین صاحب کو اظہار افسوس کے لیے فون کیا تو کہنے لگے کہ میں جنازے میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں۔ رمضان کا آخری دن اور دن کا آخری پہر (بعد نماز عصر) تھا۔ ان ساعتوں اور سعادتوں کو دیکھ کر دل میں خواہش پیدا ہوئی اور دعا نکلی: اے اللہ! ہمیں بھی شہادت کی موت نصیب فرما اور اپنی رضا کا پروانہ نصیب فرما۔ جاتے جاتے مجھے اس دعا کی تلقین کر گیا۔ ثابت ہوا کہ اس سے بڑا ناظم تربیت اور کون ہوسکتا ہے:

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

انجینئر نوید احمد مرحوم بڑے باصلاحیت انسان تھے۔ انہوں نے ایک بڑی تعداد میں شاگرد چھوڑے ہیں جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں سے صرف نظر فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور انجمن خدام القرآن کے اس نقصان کی تلافی فرمائے۔

اک مرد قلندر تھا حق بات سنا کر چلا گیا
خود پڑھا تھا جو قرآں، اوروں کو پڑھا کر چلا گیا

☆☆☆

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ وہاڑی تنظیم کے رفیق جناب جاوید اکمل کی والدہ وفات پاگئیں۔

☆ ملتان شہر کی تنظیم کے رفیق جناب محمد سلیم اختر کے والد وفات پاگئے۔

☆ منفرد اُسرہ جوہر آباد کے مبتدی رفیق محمد ابراہیم کے والد بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔

☆ بھکر کے منفرد رفیق ڈاکٹر شادی بیگ کے سسر بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔

☆ حلقہ کراچی شمالی گلشن اقبال کے معتمد جناب محمد احمد کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی بہاولنگر قاری محمد ظریف کی ہمشیرہ اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَادْخِلْهُمْ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

قومی اقدار کی خودکشی

رفیق چودھری
almissaq@gmail.com

کسی قوم کے شعوری سفر کا اندازہ اس قوم میں ہونے والے سانحات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کراچی کے علاقہ پٹیل پاڑہ میں ہونے والا المناک حادثہ جہاں دو انسانی جانیں لے گیا وہیں پر اپنے پیچھے کئی طرح کے تلخ سوالات بھی چھوڑ گیا۔ واقعہ کی تفصیلات کے مطابق، پسند کی شادی میں ناکامی پر دسویں جماعت کے طالب علم نے سکول میں طالبہ کو گولی مار کر خودکشی کر لی۔ طالبہ اس مقصد کے لیے اپنے گھر سے ریوالور خود لے کر آئی تھی۔ دونوں نے والدین کے لیے خط چھوڑا جس میں انہوں نے اپنے جذبات کا برملا اظہار کیا تھا۔ یہ واقعہ ہمارے بھیانک مستقبل کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے۔ اس سے قبل قصور کے تعلیمی ادارے میں رونما ہونے والے واقعات سے بھی یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ بحیثیت قوم ہم کس قدر تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ اس سانحہ کا زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے طالب علم اور طالبہ نے واقعہ سے قبل لکھے گئے خطوط میں ''اگلے جنم'' میں ملنے کا اظہار بڑے تیقن سے کیا ہے۔ یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ اس طرح کے تصورات ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں میں کہاں سے آ رہے ہیں؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا یہ الیکٹرانک میڈیا کی بے لگام آزادی کا نتیجہ نہیں ہے؟

بحیثیت قوم ہمارا المیہ ہے کہ ہم نے غیر قوموں کی اندھی تقلید میں اپنا سب کچھ لٹا دیا ہے۔ چنانچہ آج نہ نظریات ہمارے اپنے ہیں، نہ تصورات، نہ افکار، نہ روایات اور نہ ہی اپنی کوئی تہذیب باقی ہے جو کہ خالصتاً ہماری اپنی پہچان ہو۔

جو قوم اقبال کے آفاقی افکار کی حامل ہو، قائداعظم کی بصیرت جس کو میسر رہی ہو اور سب سے بڑھ کر ایک عظیم نظریہ کی حامل ہو، اسے تو دنیا کے لیے مشعل راہ ہونا چاہیے تھا۔ ہم نے اپنی اقدار کو چھوڑا، روایات کو چھوڑا، نظریات کو چھوڑا، تہذیب اور حتیٰ کہ اپنے دین اور مذہب سے بھی انحراف کر لیا۔ مغربی تہذیب کی چکا چوند نے ایسا اندھا کیا کہ اپنا سب کچھ بھلا بیٹھے۔ اپنے طور طریقے، رسوم و رواج، تصورات، سیاست، معیشت، تعلیم سب کچھ مغرب سے مستعار لے لیا جس کا نتیجہ ہے آج ہم بھگت رہے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

اسلام کا اپنا ایک نظام تعلیم تھا جس میں خیر ہی خیر اور انسانیت کے لیے فلاح اور سلامتی کے سارے تقاضے پوشیدہ تھے۔ جیسا کہ اب سائنس نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی ذہنی سطح مختلف ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے نرم اور خوشگوار ماحول چاہیے جبکہ لڑکوں کے ذہنی ٹشوز سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی بہتر تعلیم کے لیے سختی اور دباؤ کا ماحول زیادہ سودمند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب مغربی دنیا میں صنفی بنیادوں پر تعلیم کا آغاز ہو رہا ہے جبکہ اسرائیل میں یہ رجحان غالب آ چکا ہے۔ معروف اسرائیلی اخبار ہیریٹز کے مطابق اسرائیل میں مخلوط تعلیم کے رجحان میں نمایاں کمی آئی ہے اور اس کے مقابلے میں صنفی بنیادوں پر تعلیم میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اسرائیل میں پرائمری کے بعد الگ الگ تعلیم حاصل کرنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد 65 فیصد سے تجاوز کر چکی ہے جبکہ کچھ عرصہ قبل یہ تعداد 25 فیصد تھی۔ جبکہ اسلام شروع سے ہی لڑکوں اور لڑکیوں کی الگ الگ تعلیم کے فطری اصول کا پابند رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلامی نظام تعلیم کا شخصیت سازی اور کردار سازی میں نمایاں مقام رہا ہے۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف

فطری اصولوں پر مبنی نظام تعلیم ہونے کی وجہ سے شعور و آگاہی کی بلندیوں تک پہنچانے میں اسلامی نظام تعلیم کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ یہ اسلام کا نظام تعلیم ہی تھا کہ جس نے مغرب کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر موجودہ ترقی یافتہ دور میں پہنچایا۔ لیکن آج ہم اپنی دینی اور قومی اقدار کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر اخلاقی خودکشی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور اندھا دھند مغرب کی تقلید کر رہے ہیں لہٰذا ہم پر یہ ضرب المثل مکمل طور پر منطبق ہوتی ہے ''کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔''

بقیہ: منبر و محراب

﴿قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ ﴿۲۸﴾﴾

''ان کے درمیان والے نے کہا: میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم (اپنے رب کی) تسبیح کیوں نہیں کرتے؟''

یعنی تم نے علی الصبح پھل توڑنے کا منصوبہ بنایا اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں تم نے ان شاء اللہ بھی نہیں کہا اور تم بھول گئے کہ تمہارے اوپر بھی ایک ہستی ہے جس کے ہاتھ میں سارا اختیار اور اقتدار ہے۔ اس پر سب نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور کہا:

﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَلَاوَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيۡنَ ﴿۳۱﴾﴾

''انہوں نے کہا (واقعی تم ٹھیک کہتے ہو) ہمارا رب پاک ہے' بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ (بالآخر اعتراف کرتے ہوئے) وہ کہنے لگے: ہائے ہماری بدبختی! اصل میں ہم سب ہی اپنی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔''

باغ والے بہرحال نیک لوگ تھے اس لیے انہوں نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف بھی کر لیا اور اپنے رب سے توبہ بھی کرنے لگے:

﴿عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنۡ يُّبۡدِلَنَا خَيۡرًا مِّنۡهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوۡنَ ﴿۳۲﴾﴾

''اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر عطا کردے گا' اب ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''

اس واقعہ سے متعلق آخری آیت میں فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ الۡعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾﴾

''اسی طرح آتا ہے عذاب! اور آخرت کا عذاب تو یقیناً بہت ہی بڑا ہے۔ کاش کہ یہ لوگ (اس حقیقت کو) جانتے!''

یعنی آخرت کا عذاب تو دور ہے لیکن دنیا میں بھی عذاب مختلف شکلوں میں آتا رہتا ہے اور اللہ اس پر قادر ہے۔ یہ حقیقت ان باغ والوں کو تو ٹھوکر کھا کر سمجھ میں آ گئی تھی' کاش کہ یہ سرداران قریش کو بھی سمجھ میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

الیکشن 2013ء: الزامات، فیصلے اور حل

26 اگست 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی:
☆ اعجاز چودھری: راہنما' پاکستان تحریک انصاف
☆ ایوب بیگ مرزا: ناظم نشرواشاعت' تنظیم اسلامی

میزبان: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

مرتب: محمد خلیق

سوال : حلقہ این اے 122 اور پی پی 147 کے حوالے سے الیکشن ٹرابیونل کے فیصلے کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

اعجاز چودھری 2013ء کے انتخابات کے بعد ابھی عمران خان ہسپتال میں تھے کہ 15 مئی کو نواز شریف ان کی عیادت کو گئے۔ عمران خان نے ان سے کہا تھا کہ ہماری رائے میں حالیہ انتخابات میں بہت دھاندلی ہوئی ہے۔ اپنی تسلی کے لیے ہم چار حلقے چن لیتے ہیں۔ آپ انہیں approve کرالیں تاکہ اگر ہماری رائے غلط ہو تو ہم اپنے آپ کو درست کر لیں۔ اس وقت یہ چار حلقے at random دیئے گئے تھے: این اے 122' این اے 125' این اے 54 اور این اے 110۔ این اے 122 کے فیصلے میں واضح طور پر ان بے ضابطگیوں کا ذکر ہے جن کے سبب عدالت نے یہ محسوس کیا کہ انتخابات دوبارہ ہونے چاہئیں۔ مثلاً 93000 ووٹ unverified ہیں' 6700 کے لگ بھگ ووٹرز کا شناختی کارڈ نہیں ہے، 277 ووٹرز کے شناختی کارڈ پر بار بار ووٹ ڈالا گیا ہے۔ ہماری ساری تحریک اصل میں ووٹ کے تقدس کے لیے تھی۔ لوگ ووٹ دیتے ایک آدمی کو ہیں' پاور میں کوئی دوسرا آ جاتا ہے۔ اس کے لیے ہم نے ڈیڑھ سال عدالت میں' ٹرابیونل میں' سپریم کورٹ میں اور پارلیمنٹ میں بات کی۔ اس کے نتیجے میں جوڈیشل کمیشن قائم ہوا' جس نے ہمارے مطالبات کو مسترد کر دیا' اس لیے ہمیں پارلیمنٹ میں واپس جانا پڑا۔ البتہ ایک کام جوڈیشل کمیشن نے بڑا زبردست کر دیا کہ 40 نکات کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ الیکشن کمیشن نے اپنی ذمہ داری صحیح طرح ادا نہیں کی۔ مثلاً عدالت کے اندر یہ بات ثابت ہوگئی کہ دو روز پہلے اردو بازار سے 200 لوگوں کو بلوایا گیا۔ کس مقصد کے لیے بلوایا گیا؟ اگر 35 فیصد فارم 15 موجود نہیں' جو انتخابات کے آڈٹ کا اہم ڈاکومنٹ ہے' تو اس کا مطلب ہے کہ ڈھائی کروڑ ووٹوں کا کوئی ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ پھر یہ کہ پنجاب کے اندر تو اضافی بیلٹ پیپر انتظامیہ دے رہی ہے جبکہ باقی تین صوبوں کے اندر یہ کام الیکشن کمیشن کر رہا ہے۔ اسی طرح کمیشن نے کہا کہ مرکزی الیکشن کمیشن کا اپنے صوبائی دفاتر کے ساتھ کوئی رابطہ ہی نہیں تھا۔ جو ٹرابیونل این اے 125 اور این اے 122 کے لیے بنے' انہوں نے مزید انکوائری کی۔

سوال: یہ ان کی ذمہ داری تھی؟

اعجاز چودھری : یہ جوڈیشل کمیشن کی بھی ذمہ داری تھی۔ ان کے ٹی او آر میں لکھا ہوا ہے کہ اگر آپ محسوس کریں کہ انکوائری ہونی چاہیے تو کروا سکتے ہیں۔ جوڈیشل کمیشن نے وہ کام نہیں کیا۔ ان ٹرابیونلز نے وہ کام کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان حلقوں میں انتخابات کالعدم قرار دیئے گئے۔ چنانچہ 2013ء کا سارا انتخاب مشکوک ہوگیا۔ پانچ دس غلطیاں ہوں تو انہیں بے ضابطگیاں کہہ سکتے ہیں لیکن اگر یہ تعداد سینکڑوں' ہزاروں میں چلی جائے تو پھر یہ دھاندلی ہے۔

سوال : ایاز صادق نے الیکشن ٹرابیونل کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ جانے کا اعلان کیا ہے۔ کیا ان کے پاس اس کا اخلاقی جواز موجود ہے؟

ایوب بیگ مرزا : قانونی حق تو یقیناً ہے' لیکن اخلاقی حق نہیں ہے۔ ایک عام رکن اسمبلی کی بات دوسری ہے' لیکن سپیکر کے لیے اخلاقی مسئلہ زیادہ قابل غور ہونا چاہیے۔ انہیں اخلاقیات کو قانونی نکات سے بالاتر رکھنا چاہیے۔ برطانیہ میں یہ روایت ہے کہ عام انتخابات میں اپوزیشن پچھلی اسمبلی کے سپیکر کے خلاف اپنا امیدوار کھڑا نہیں کرتی۔ چنانچہ وہ کم از کم نئی اسمبلی کا رکن تو بن جاتا ہے' سپیکر شاید نہ بن سکے۔

سوال : وہ کہتے ہیں کہ اگر الیکشن کمیشن نے بے ضابطگیاں کی ہیں تو مجھے ڈی سیٹ کیوں کیا جا رہا ہے' الیکشن کمیشن کا محاسبہ ہونا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا : اگر رپورٹ میں rigging کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ malpractice کہا گیا ہے تو بددیانتی کے سوا اس کا کیا ترجمہ کریں گے! یہ سب الفاظ کے ہیر پھیر ہیں۔ سپیکر کو کسی بھی صورت قانون کا سہارا نہیں لینا چاہیے بلکہ اخلاقیات ہی کو مقدم رکھنا چاہیے۔ سپریم کورٹ میں جانے کی بجائے انہیں عوام کے پاس جانا چاہیے۔ اگر وہ جیتتے ہیں تو یہ ظاہر ہوگا کہ یا تو کم از کم اس وقت دھاندلی نہیں ہوئی اور فیصلے میں غلطی لگی ہے' یا یہ ہے کہ اب ان کا معیار بلند ہوگیا ہے۔

سوال : اگر وہ اس ٹرابیونل کا فیصلہ تسلیم کر لیں تو اس سے مراد یہ لی جائے گی کہ وہ دھاندلی کے الزام کو اخلاقی طور پر قبول کر رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : لیکن اس سوال پر یہ سوال ہے کہ اگر سپریم کورٹ نے بھی یہی فیصلہ دے دیا کہ انہیں ڈی سیٹ کیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟ پھر تو انہیں علی الاعلان یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ واقعتاً انہوں نے دھاندلی کی کیونکہ سپریم کورٹ سے اوپر پاکستان میں کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا سپیکر کو سپریم کورٹ میں نہیں جانا چاہیے، باقی اور جو چاہے چلا جائے۔ اگر ہمارے یہ سیاست دان جمہوریت میں ایمان رکھتے ہیں تو پھر انہیں اس کے سارے تقاضوں کو تسلیم کرنا چاہیے اور اس عہدے کے تقدس کو قائم رکھنا چاہیے۔

> جوڈیشل کمیشن نے ایک بڑا اہم کام یہ کیا ہے کہ 40 نکات کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ الیکشن کمیشن نے اپنی ذمہ داری صحیح طور پر ادا نہیں کی۔

سوال : عمران خان نے الیکشن کمیشن کے چاروں ممبران

اور چیئرمین نادرا کے استعفے کا مطالبہ کیا ہے۔کیا ان کا یہ مطالبہ جائز ہے؟

اعجاز چودھری: چند دنوں کے اندر یہ پوری قوم کا مطالبہ ہوگا۔ دیگر سیاسی جماعتیں بھی اس نتیجے پر پہنچ چکی ہیں کہ الیکشن کمیشن اپنی ذمہ داریاں صحیح طور سے ادا نہیں کر سکا۔ جوڈیشل کمیشن نے بھی سارا ملبہ الیکشن کمیشن پر ڈالا۔ این اے122 کے حوالے سے ٹرابیونل نے نہ تو ایاز صادق کو کوئی سزا دی ہے نہ عمران خان کو اور نہ ہی ان لوگوں کو جن کی وجہ سے یہ سارا کچھ ہوا۔ میرا نکتہ یہ ہے کہ الیکشن کالعدم قرار دینے سے وہ ڈی سیٹ نہیں ہوئے بلکہ وہ آئے ہی غلط تھے۔ عدالت کے مطابق یہ غلطی الیکشن کمیشن کی ہے۔ فیصلے میں لکھا ہے کہ پریذائیڈنگ آفیسر سے ریٹرننگ آفیسر تک کسی کو اپنے کام کا علم ہی نہیں تھا۔ کسی نے اپنی ذمہ داری ادا نہیں کی۔ اب اگر اس حوالے سے احتساب نہیں ہوتا تو بات آگے نہیں بڑھ سکے گی۔

> سپیکر کو ہر حال میں جمہوری روایات اور اخلاقیات کو قانونی نکات سے بالاتر اور مقدم رکھنا چاہیے

سوال: اس کا مطلب ہے ہمارے ہاں کوئی بھی یہ قبول کرنے کو تیار نہیں ہے کہ اس سے کوتاہی ہوئی ہے۔ نہ الیکشن ٹرابیونل نہ کوئی اور نہ سیاسی پارٹیاں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات اپنی جگہ واقعی درست ہے کہ جب تک کسی کو سزا نہیں ہوگی آئندہ الیکشن میں بہتری نظر نہیں آئے گی۔ سرکاری ملازمین جو پریشر لے کر بددیانتی کرتے ہیں ان کے خلاف انکوائری ہونی چاہیے۔ اگر چند آر اوز ڈس کوالیفائی ہو جاتے ہیں یا انہیں ملازمت سے نکال دیا جاتا ہے تو مستقبل میں کوئی آر او اس طرح کی غلطی کرنے سے پہلے سو مرتبہ سوچے گا۔

سوال: کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ عمران خان اسمبلی میں انتخابی اصلاحات کے حوالے سے بھی کوئی بل پیش کرتے؟

اعجاز چودھری: الیکشن ریفارمز کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ جن دنوں ہم پارلیمنٹ میں نہیں تھے اس کا کوئی اجلاس ہی نہیں ہوا لیکن اب بڑی تیزی کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ ہم پوری طرح input دے رہے ہیں۔ ہم ان پہلوؤں کے حوالے سے زیادہ حساس ہیں۔ پہلا یہ کہ دنیا بھر میں الیکٹرانک ووٹنگ مشین رواج پا چکی ہے۔ بھارت میں 55 کروڑ ووٹرز ہیں اور وہاں 1986ء سے الیکٹرانک ووٹنگ ہو رہی ہے۔ ہمیں تو صرف آٹھ دس کروڑ ووٹرز کو cater کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ انگوٹھوں کے نشانوں کی تصدیق بائیومیٹرک سسٹم سے ہو۔ اسی طرح ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو عملہ انتخابات کو کنڈکٹ کرتا ہے انہیں مراعات تو ملتی ہیں لیکن ان کی کوئی مانیٹرنگ نہیں ہے۔ یا تو ان کو ڈیپوٹیشن پر دیا جائے اور پھر اس کے قوانین ان پر لاگو ہوں یا پھر ان کے لیے الگ سے سزا کا نظام تجویز کیا جائے۔ ابھی تک کسی کو اس معاملے میں سزا ہوئی ہی نہیں۔

سوال: اگر تیسری اور چوتھی وکٹ بھی عمران خان کی منشا کے مطابق گر گئی تو وہ پورے الیکشن پراسس کو مشکوک قرار دے کر میدان میں نہیں آ جائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: این اے122 کے رزلٹ کے بعد ان کا لب ولہجہ یہ بتا رہا ہے کہ اب وہ پھر ایک احتجاجی موڈ میں ہیں۔ یہ باتیں بھی سامنے آ رہی ہیں کہ الیکشن کمیشن کا گھیراؤ کر کے اسے مستعفی ہونے پر مجبور کیا جائے گا۔ شاید پاکستان کی سیاست پھر گلی کوچوں میں آنے والی ہے!

سوال: کیا حالات مڈٹرم الیکشن کی طرف جا رہے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنی جدوجہد کو کس درجے تک لے جاتے ہیں۔ آیا وہ سیاسی ماحول کو اتنا گرم کر دیتے ہیں کہ حکومت کے لیے کوئی راستہ نہیں رہتا سوائے اس کے کہ وہ الیکشن کرائے!

سوال: اعجاز چودھری صاحب! آپ کے کیا ارادے ہیں اس حوالے سے؟

اعجاز چودھری: میں تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پاکستان کے انتخابی نظام میں بہت زیادہ تناقضات ہیں اور اس کے نتیجے میں لوگوں کی حقیقی رائے ریفلیکٹ ہو کر پارلیمنٹ میں نہیں جاتی۔ قواعد وضوابط بنے ہوئے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے کبھی اس کو چیک کیا گیا؟ لوگ مقررہ حد سے ہزار گنا زیادہ خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: میرا خیال ہے جتنے پیسے لکھے ہوئے ہیں وہ تو صرف الیکشن کے دن ٹرانسپورٹ پر لگ جاتے ہوں گے۔

اعجاز چودھری: ٹرانسپورٹ نہیں ایک یونین کونسل میں لگ جاتے ہیں۔ میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ دس لاکھ روپیہ تو آخری دن ایک یونین کونسل میں خرچ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ الیکشن کے پورے نظام کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس سسٹم میں صرف دولت مند ہی امیدوار بن سکتے ہیں۔

سوال: وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید نے کہا ہے کہ این اے122 کے فیصلے سے انصاف پر تعصب حاوی ہوا ہے۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

اعجاز چودھری: میں نے اپنی زندگی میں اس طرح کی شخصیت کبھی نہیں دیکھی۔ خدا بیزار آدمی ہے۔ اللہ سے دور ہے۔ اس وقت جو نظام چل رہا ہے وہ اس کا چہرہ ہیں۔ پورے ڈھائی برس یہ درس دیتے رہے کہ عدالتیں بہت ہی مقدس ہوتی ہیں ان کے سامنے کوئی بات نہ کریں جبکہ ہم کہا کرتے تھے کہ ان کے فیصلے کوئی آسمانی صحائف نہیں ہیں ان پر تنقید اور تبصرہ ہو سکتا ہے۔ اب ایک فیصلہ ان کے خلاف آیا ہے تو اس پر ان کی یہ رائے ہے۔ رانا ثناء اللہ نے کہا کہ یہ بدنما داغ ہے۔ ہم تو ایسے سینکڑوں فیصلوں کے سامنے کھڑے ہیں اور ان کے خلاف ایک فیصلہ آیا تو یہ ردعمل ہے!

> انتخابی عملے کو مراعات تو دی جاتی ہیں لیکن ان کے احتساب اور مانیٹرنگ کا کوئی نظام موجود نہیں ہے

ایوب بیگ مرزا: پرویز رشید صاحب کا ذکر آیا ہے تو میرا ایک زخم ہرا ہو گیا ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ ہم نے پانچ وقت کے لیے لاؤڈ سپیکر مولوی کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اعجاز صاحب نے ان کے بارے میں ''خدا بیزار'' کا بڑا چھوٹا لفظ استعمال کیا ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اگر پرویز رشید یہ کہتے کہ مولوی کے ہاتھ میں لاؤڈ سپیکر دے دیا ہے تو مجھے کوئی خاص اعتراض نہ ہوتا۔ پانچ وقت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اصل میں اذان اور نماز کے خلاف بات کر رہے ہیں۔

سوال: ہمارے ہاں ایک عدالت کا فیصلہ اسمبلی ممبر کو ڈی سیٹ کراتا ہے دوسرا سٹے آرڈر دے کر بحال کر دیتا ہے۔ کیا این اے122 میں بھی این اے125 کی تاریخ

دہرائی جانے والی ہے؟

ایوب بیگ مرزا : دنیا بھر میں اپیل کا نظام رائج ہے۔ اس میں کوئی ایسی اعتراض والی بات نہیں ہے۔ ایک کورٹ سے آپ کے خلاف فیصلہ آئے تو آپ اپیل کے لیے اگلے کورٹ میں چلے جاتے ہیں۔ اصل قابل اعتراض بات جس کی طرف توجہ کرنی چاہیے یہ ہے کہ 11 مئی 2013ء کو الیکشن ہوئے تھے اور این اے 122 کا نتیجہ ڈھائی سال بعد آیا ہے۔ اگر آپ ایک حلقے کا فیصلہ کرتے ہوئے ڈھائی سال لگا دیتے ہیں تو 50 یا 100 حلقوں کو چیک کرنے میں تو اگلے دو الیکشن گزر جائیں گے اور ان کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ بس یہ ہے ہمارے نظام عدل کی اصل غلطی! ہونا یہ چاہیے کہ الیکشن کے بعد ڈھائی تین مہینے میں اس کا حتمی فیصلہ آ جائے تاکہ جس نے غلطی کی ہو جو عوام کا مینڈیٹ چرا کر آیا ہو وہ جلد از جلد ڈی سیٹ ہو اور حق دار اسمبلی کا ممبر بن کر پورا وقت اسے دے سکے۔ موجودہ حالات میں جو اصل نمائندہ منتخب ہو کر آتا ہے' اس کے لیے ایک سال یا چھ ماہ ہی رہ جائیں گے عوام کی نمائندگی کے لیے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : عدالتوں میں بہت سے

> **انتخابی عذرداریوں کے حتمی فیصلے زیادہ سے زیادہ دو تین ماہ کے اندر ہو جانے چاہئیں**

مقدمات کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ اس کیس کا فیصلہ اتنے عرصے میں ہو جانا چاہیے لیکن عمل درآمد نہیں ہوتا۔

اعجاز چودھری: ٹرابیونل کی لائف 120 دن ہے۔ انہوں نے خاص طور پر اس کو تین ماہ توسیع دی۔ یہ توسیع نہیں ہونی چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپیل کا حق مسلمہ ہے' لیکن ہمارے ہاں نظام یہ ہے کہ ٹرابیونل نے ڈھائی سال لگائے جبکہ اپیل کورٹ ڈھائی سال مزید لگا دیتی ہے تو اس طرح پانچ سال کی مدت پوری ہو گئی۔ اگر ہم اپنے دل میں اسلامی نظام زندگی کی اُمنگ رکھتے ہیں تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس میں بہت ہی قلیل مدت کے اندر لوگوں کو انصاف مل جاتا ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی شکل آج سے تیس چالیس سال پہلے سوات میں تھی جہاں لوگ آج تک قاضی کورٹ کے نظام کو یاد کرتے ہیں۔ ہماری پارٹی کے لوگ بھی سپریم کورٹ سے stay لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ اگر آج میں اپیل کرتا ہوں تو دو تین ماہ کے اندر اس کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ یہاں پر تو اپیلیں دس بیس سال تک چلتی رہتی ہیں۔

سوال : جوڈیشل کمیشن نے بھی اپنی رپورٹ میں الیکشن کمیشن کی کارکردگی پر سوالات اُٹھائے تھے۔ کیا ان حالات میں الیکشن کمیشن کا کڑا احتساب نہیں ہونا چاہیے؟

اعجاز چودھری : پارلیمانی نظام میں سیاسی پارٹی ایک بنیادی اکائی ہے۔ پاکستان کے ادارے سیاسی پارٹی کو جواب دہ کیوں نہیں ہیں؟ وہ بیس کروڑ عوام کو جواب دہ ہیں اگر وہ آئین اور قانون کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کرتے۔ جب تین سینئر ترین ججز کا ایک کمیشن ان کی کمزوریوں کی نشان دہی کرتا ہے تو پھر ان کے رہنے کا جواز کیا ہے! ان کے استعفیٰ کا مطالبہ صرف عمران خان نے نہیں کیا' خورشید شاہ نے بھی کہا ہے کہ یہ ادارہ اتنا متنازعہ ہو چکا ہے کہ اس کے ممبران کو از خود رخصت ہو کر اپنی عزت بچانی چاہیے۔ الیکشن کمیشن کے ممبران کہتے ہیں کہ آپ جوڈیشل کونسل میں جائیں۔

سوال : الیکشن ٹرابیونل کے فیصلے سے پی ٹی آئی کو نفسیاتی برتری حاصل ہوئی ہے۔ کیا اس کا اثر بلدیاتی انتخابات پر پڑے گا؟

ایوب بیگ مرزا : پہلے میں ایک وضاحت کر دوں۔ اعجاز چودھری صاحب نے بات کی کہ اسلامی عدالتی نظام میں فیصلے بہت جلد ہو جاتے تھے۔ اس ضمن میں یہ بات ہم سب کو سمجھنی چاہیے کہ اسلامی عدالتیں یک طرفہ طور پر ایک ایسے نظام میں فٹ نہیں آ سکتیں جو باقی تمام اعتبارات سے غیر اسلامی ہو۔ سود بھی چل رہا ہے' دوسرے معاملات میں اللہ اور رسولؐ کے احکامات کی خلاف ورزی بھی ہو رہی ہے اور ہم اسلامی عدالتیں لا کر بٹھا دیں' یہ ممکن نہیں ہے۔ اصل ضرورت یہ ہے کہ پاکستان جس نعرے کی بنیاد پر بنایا گیا تھا' اس بنیاد پر اسے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جاتا اور پھر اسلامی عدالتیں کام کرتیں۔ اس گلے سڑے معاشرے میں اگر آپ اسلامی عدالتیں بٹھا دیں اور وہ چوروں کے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیں تو اس کا الٹا اثر ہوگا۔ چنانچہ اسلامی عدالتیں اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتیں جب تک یہاں پورا نظام اسلام کا نہ آ جائے۔

بلدیاتی نظام کے حوالے سے یہ دیکھا گیا ہے کہ جس صوبے میں جو حکومت ہو اُس کے حق میں ہی زیادہ تر لوگ رائے دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ بلدیاتی انتخابات میں دھاندلی نسبتاً آسان اور بڑے سکیل پر ہوتی ہے۔ پنجاب حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنی ساکھ بحال کرے اور ایسے بلدیاتی انتخابات کرائے کہ مخالفین بھی ان کی شفافیت کو تسلیم

> **ایک غیر اسلامی معاشرے میں اسلامی عدالتیں اور سزائیں نافذ کرنا مناسب نہیں۔ اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے!**

کریں۔ البتہ انہوں نے جو بلدیاتی قوانین بنائے ہیں' ان کے مطابق تو ان اداروں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس خیبر پختونخوا میں بلدیاتی ادارے خاصے مضبوط ہیں' اور وہ عوام کے کام کر سکیں گے۔ لہٰذا پنجاب حکومت کو دو کام کرنے چاہئیں۔ ایک تو اپنی ساکھ کو بحال کرنے کے لیے دیانت داری سے انتخابات کروانے چاہئیں۔ دوسرے یہ کہ انہیں کچھ اختیارات بھی دیجیے تاکہ وہ ان کو استعمال کر کے عوام کی خدمت کر سکیں۔

سوال : جسٹس وجیہہ الدین نے پی ٹی آئی کے انٹرنل الیکشن کے حوالے ایک رپورٹ پیش کی تھی' جس پر عمل درآمد نظر نہیں آیا؟

اعجاز چودھری : انہیں یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ انٹرا پارٹی الیکشن میں شکایات کے حوالے سے کوئی فیصلہ کریں۔ انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ تمام تنظیمیں تحلیل کر دی جائیں۔ چنانچہ تمام تنظیمیں تحلیل ہو گئیں۔ اس کے علاوہ کوئی ٹاسک انہیں دیا ہی نہیں گیا تھا' وہ انہوں نے از خود اپنے اوپر اوڑھ لیا۔ اس پر پارٹی کا موقف یہ ہے کہ یہ کام آپ کو کرنے کے لیے نہیں دیا گیا تھا۔

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

41 سال قبل 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے فوراً بعد قائد ایوان

جناب ذوالفقار علی بھٹو کے خطاب کا مکمل متن

تحریک ختم نبوت کی طرف سے ارسال کردہ ایک قیمتی تحریر

جنابِ اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے، جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلہ کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلہ کی تعریف وتحسین کا حقدار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن تک اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا، ایک بار نہیں بلکہ کئی بار۔ ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلہ پر جس طرح قابو پایا گیا تھا اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا، لیکن مجھے معلوم ہے کہ 1953ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلہ کے حل کے لیے نہیں، بلکہ اس مسئلہ کو دبا دینے کے لیے تھا۔ کسی مسئلہ کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبان عقل وفہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلہ کو حل کیا جائے، اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے، تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا، لیکن یہ مسئلہ کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا، اور پس منظر میں چلا جاتا، لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلہ کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، غیر معمولی احساسات ابھرے، قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا، جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا، پریشانی کے لمحات بھی آئے، تمام قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس کشمکش اور بیم ورجا کے عالم میں رہی، طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں، اور تقریریں کی گئیں، مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ میں یہاں اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ 22 اور 29 مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلہ کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ نہیں سننا چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لیے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہہ تک جاؤں، لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف دلاؤں جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے 13 جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لیے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کرلیا جاتا جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا اس لیے میری حکومت کے لیے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لیے مناسب نہ تھا کہ اس پر 13 جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلہ کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کردیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کردیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد وتحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں مسئلہ کو حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے۔ اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت میں مَیں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلہ کے حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں، اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے مؤقف سے آگاہ کیا وہاں اس مسئلہ پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی، سوائے ایک موقع کے جب کہ اس مسئلہ پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جنابِ اسپیکر!

میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلہ پر جو فیصلہ ہوا ہے، میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلہ کے سیاسی اور معاشی ردعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے، جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہوسکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جیسا

کہ میں نے پہلے کہا، پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لیے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔میں اس فیصلہ کو جمہوری طریقہ سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لیے اوّلین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلہ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلہ میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول سماجی انصاف کے خلاف نہیں اور سوشلزم کے ذریعہ معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں، ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر واعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لیے یہ بات بہت اہم ہو گئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے، یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس فرض ہے۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں یہ شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر!

گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں، کئی لوگوں کو جیل بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کیے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بد نظمی کا اور نراجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے، ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن میں اس موقعے پر جب کہ تمام ایوان نے متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے، آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے، ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا جنھوں نے اس عرصہ میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی مسئلہ پیدا کیا۔

جناب اسپیکر!

جیسا کہ میں نے کہا، ہمیں امید کرنی چاہیے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں، یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جا سکتا تھا اگر اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ستائیس برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبہ کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

جناب اسپیکر!

کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے، لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آ سکتے ہیں جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ یہ سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل مسئلہ تھا۔ گھر گھر میں اس کا اثر تھا، ہر دیہات میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کر گیا۔ ہمیں اس مسئلہ کو حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلہ کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسلامی سکریٹریٹ کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورت حال سے نپٹنے کے لیے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں، لیکن ہم نے اس مسئلہ کو اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبہ کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی۔ خفیہ اجلاس کرنے کے لیے قومی اسمبلی میں کئی وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی، تو جناب کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آ سکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے؟ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں، اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں، اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعہ شائع کر کے ان کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے، جیسا کہ انھوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک موزوں وقت ہے۔ چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے، اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو، اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے، یہ یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کو سیاسی، یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ ایوان کے لیے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لیے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکارا کر دیں، کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان

خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے، ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے باب کو ختم کرنے کے لیے اور ایک نیا باب کھولنے کے لیے، نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے، آگے بڑھنے کے لیے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لیے، اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لیے اس مسئلہ کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی، ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو، دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لیے نیک شگون سمجھنا چاہیے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ حل ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے، اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبہ کے تحت طے کریں گے۔

جناب اسپیکر!

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملہ کے بارے میں میرے جو احساسات تھے، میں انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا۔ اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلہ کو دوامی طور پر حل کرنے کے لیے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا تھا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ توقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلہ کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے جو گزشتہ نوے سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا، تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکا۔ 1953ء میں بھی یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ 1953ء میں حل ہو چکا تھا، وہ لوگ اصل صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے، ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہوگا، ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہو گا، لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضہ کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے، میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہو گئی۔ مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انھوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے، ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے، حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا جب کہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آ کر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمراں معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے، تو پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پاکستانی ہیں، اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب اسپیکر صاحب! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکریہ! ☆☆☆

کرنل رفیع الدین کی کتاب ’’بھٹو کے آخری 323 دن‘‘ سے ایک اقتباس

’’احمدیہ مسئلہ! یہ ایک مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے: رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ ایک بار انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے، اس میں میرا قصور ہے؟ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ: کرنل رفیع الدین! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھری میں پڑا ہوں؟ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔ بھٹو صاحب کی باتوں سے میں اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انہیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

- قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
- قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
- عیدالاضحیٰ اور قربانی میں باہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
- حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط وتعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

قیمت اشاعت خاص: 45 روپے، اشاعتِ عام: 30 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون 03-35869501

maktaba@tanzeem.org

منفرد اُسرہ مردان، خیبر پختونخوا کے زیرِ اہتمام دورہ منتخب نصاب

رمضان المبارک میں مردان میں تراویح کے ساتھ منتخب نصاب کی تدریس کا اہتمام کیا گیا۔ مقرر اُسرہ مردان کے نقیب ڈاکٹر حافظ محمد مقصود قرار پائے۔ پروگرام کے انعقاد کے لیے گلبرگ ٹاؤن کو چنا گیا۔ ہمارے حبیب جناب شفیق نواب نے اپنا حجرہ پیش کیا جہاں پر 150 افراد کے لیے گنجائش تھی۔

پروگرام کی تشہیر کے لیے تین مقامات پر استقبال رمضان کے موضوع پر پروگرام کا اہتمام کیا گیا، جن میں سے ایک پروگرام کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کرائی گئی۔ اس کے لیے خصوصی طور پر رفیق تنظیم محمد عمر قریشی کو پشاور سے مدعو کیا گیا۔ استقبال رمضان کے پروگرام ان مقامات پر منعقد کیے گئے: 1) جامع مسجد بنوری، شمسی روڈ، 2) مسجد عمر فاروق، نواب علی روڈ، 3) گلبرگ ماڈل ٹاؤن، محبت آباد۔ مقرر کی ذمہ داری ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے ادا کی۔ تشہیر کے لیے بروشر تیار کروا کر تقسیم کیے گئے۔ مردان کے 5 مصروف ترین مقامات پر پینا فلیکس لگوائے گئے۔ تشہیری مہم کی ذمہ داری راقم الحروف اور جناب محمد آیاز نے ادا کی۔

یکم رمضان المبارک سے پروگرام کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا۔ پروگرام کو اس طرح سے ترتیب دیا کہ 20 رکعت کی تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد مضامین قرآن بیان کیے جاتے تھے۔ بارہویں رکعت کے اختتام پر زیرِ درس موضوع پر گفتگو کے ساتھ ریفرشمنٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ سورہ عصر سے ابتدا کی گئی اور سورۃ الحدید پر اختتام ہوا۔ پروگرام میں چالیس تا پچاس احباب نے باقاعدہ شرکت کی۔ ڈاکٹر محمد مقصود کے چھوٹے بھائی کی وفات کی وجہ سے چند دن راقم الحروف کو یہ ذمہ داری ادا کرنی پڑی۔ پرگرام کے آخری دن تقریباً 150 احباب نے شرکت فرمائی۔ یہ پروگرام 25 روز پر محیط تھا۔ اس پروگرام کی وجہ سے تنظیم اسلامی کا تعارف بڑے پیمانے پر ہوا۔ کافی احباب نے تنظیم کی فکر، اس کے منہج اور طریقہ کار کے بارے میں آگاہی حاصل کی۔ (رپورٹ: محمد عادل)

حلقہ خیبر پختونخوا (جنوبی) کا سہ ماہی اجتماع

یہ اجتماع بعنوان ''فہم دین'' 23 اگست صبح 8 بجے مرکز حلقہ سے ملحق مسجد میں منعقد ہوا اور نماز عصر سے چند منٹ قبل اختتام پزیر ہوا۔ اجتماع کا آغاز محترم خورشید انجم کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے مرکزی مضمون کا تعارف کروایا تا کہ دین کا ہمہ گیر تصور اور دینی فرائض کا جامع تصور سامنے آجائے جبکہ اس کے لیے منہج اور طریقہ کار بھی مستحضر ہو جائے۔ انہوں نے انتظامی امور کو سپروائز کرنے والی ٹیم اور موضوعات کا انتخاب اور مقررین سے رابطے اور دوسرے متعلقہ امور سرانجام دینے والی ٹیم کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد محترم ابرہیم فتح کا ''اخلاص نیت'' کے موضوع پر درس قرآن تھا مگر طبیعت کے ناسازی کے سبب وہ شریک نہ ہو سکے، لہٰذا درس قرآن کی سعادت کی یہ ذمہ داری بھی جناب خورشید انجم نے ادا کی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اعمال صالحہ کے انبار لے کر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے مگر وہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے کیونکہ ان کے اعمال کے پیچھے اللہ کی رضا کی بجائے ذاتی اغراض پوشیدہ ہوں گی۔ انہوں نے تمام رفقاء پر زور دیا کہ وہ روزانہ اپنے افعال کا احتساب کریں اور اپنے گریباں میں جھانک کر جائزہ لیں کہ میرے اعمال صالحہ کے پیچھے کیا محرکات تھے! اگلا بیان اِنجینئر طارق خورشید نے ''دین اور مذہب کا فرق'' کے موضوع پر دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے حوالے سے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے بعد محترم حافظ محمد مقصود نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ وائٹ بورڈ کی مدد سے سہ منزلہ عمارت کو تفصیل سے واضح کیا۔

چائے کے وقفے کے بعد انجینئر نوید احمدؒ کی دینی اور علمی خدمات کے حوالے سے ویڈیو دکھائی گئی جس کو رفقاء اور احباب نے بے حد پسند کیا۔ ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کے موضوع پر محترم قاضی فضل حکیم نے ملٹی میڈیا پروجیکٹر کی مدد سے خطاب کیا۔ ان کا خطاب دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور درمیان میں نماز ظہر اور ظہرانے کا وقفہ کیا گیا۔ انھوں نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مختلف مراحل کو بیان کیا اور ماضی قریب و بعید کی مختلف تحاریک کا اِس سے موازنہ کیا۔ ''تنظیم اسلامی اور ہم عصر دینی جماعتیں: ایک تقابلی جائزہ'' کے موضوع پر محترم ضمیر اختر نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی واحد اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو مسلکی، فروعی اور جمہوری اوصاف سے پاک اور بالاتر ہے۔ اس کے بعد تمام مقررین کے ساتھ سوال و جواب کی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ کچھ رفقاء اور احباب نے آج کے بیان شدہ موضوعات کے حوالے سے اپنے اشکالات پیش کیے جن کے جوابات متعلقہ مقررین نے احسن طریقے سے دیئے۔

آخر میں ''قراردادِ تاسیس'' کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے ویڈیو خطاب کا ابتدائی حصہ پیش کیا گیا۔ محترم خورشید انجم نے اختتامی خطاب میں سہ ماہی اجتماع کے کامیاب انعقاد پر ذاتِ باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ مبارک اجتماع ختم ہوا۔ (رپورٹ: محمد جبران)

تنظیمی اطلاعات

حلقہ فیصل آباد کی مقامی تناظیم ''فیصل آباد شرقی'' اور ''فیصل آباد غربی'' کی تقسیم اور تقرر امراء

امیر حلقہ فیصل آباد نے مقامی تناظیم فیصل آباد شرقی اور فیصل آباد غربی کو مزید تناظیم میں تقسیم کرنے اور ان میں مقامی امراء کے تقرر کے لیے درج ذیل تجویز ارسال کی۔

	مقامی تناظیم	مجوزہ مقامی تناظیم	مجوزہ امیر
1	فیصل آباد شرقی	1۔ مدینہ ٹاؤن	ملک احسان الٰہی
		2۔ پیپلز کالونی	یاسر سعید
2	فیصل آباد غربی	1۔ فیصل آباد غربی	ڈاکٹر نعیم الرحمٰن
		2۔ فیصل آباد جنوبی	محمد رشید عمر

مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 6 اگست 2015ء میں اس تجویز پر گفتگو اور مشورہ کے بعد امیر محترم نے مجوزہ مقامی تناظیم اور تقرر امراء کو منظور فرمایا۔

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مقامی تنظیم ''میر پور'' میں افتخار احمد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پوٹھوہار کی جانب سے مقامی تنظیم میر پور میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 اگست 2015ء میں مشورہ کے بعد افتخار احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مقامی تنظیم ''گوجر خان'' میں فاروق حسین کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پوٹھوہار کی جانب سے مقامی تنظیم گوجر خان میں تقرر امیر کے لیے موصولہ ان کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 13 اگست 2015ء میں مشورہ کے بعد فاروق حسین کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

1965 WAR – A saga of Indian defeat

(An analysis of Indian historians and others)

By: Atique-ur-Rehman

"In the Jammu-Sialkot sector, the Indian Army massed the largest chunk of its might i.e. 1 Corps consisting of one Armoured Division (one Armoured Brigade and one Lorried Brigade), two Infantry Divisions and one Mountain Division. However, 1 Corps did not achieve proportionate results. Here again, bad generalship at the Corps and the Divisional levels, and lack of cooperation among the formations, were responsible for their poor showing."

These quotes are from chapter 12 of the Indian Official History of 1965 war. The Indian official history is full of such observations about the inefficiency of their military leadership during the 1965 war that ultimately led them to defeat.

On the morning of 6th September when Indian forces crossed into Pakistan territory in the Burki Sector, the higher ups had assured their under command that they would have their breakfast in Lahore. But in the next few days the Indian Army was to learn that a nation's spirit could never be taken lightly.

An American Radio Service journalist Rai Milan writes in his war diary, "I want to bring it on record that India is claiming victory but on ground there is no evidence to support Indian claims. What I see is only destroyed Indian tanks and huge logistic support units rolling towards their forward area. During my long journalistic career spanning over two decades, I have never seen a group of such confident individuals as the victorious Pakistani soldiers fighting against Indians".

According to Wikipedia Encyclopedia analysis about 1965 war, the invasion of Pakistan by the Indian Army was a strategic blunder. The Indian Army failed to analyse the real potential of the Pakistan Army that resulted in their defeat. The official history of the 1965 war drafted by the Indian Ministry in 1992 was a long suppressed document that outlined intelligence and strategic blunders by India during the war. According to the document, on September 22, when the Security Council was pressing for a ceasefire, the Indian Prime Minister asked General Choudhri if India could possibly win the war, he would delay accepting the ceasefire for a little while longer. The General replied that most of India's frontline ammunition had been used up and the Indian Army had suffered tank losses.

It was revealed later that only 14% of India's frontline ammunition had been fired and India still held twice the number of tanks than Pakistan. By this time the Pakistan Army had used up about 80% of its ammunition. Air Chief Marshal (Retired) P.C. Lal, who was the Vice Chief of Air Staff during the conflict, points to the lack of coordination between the IAF and the Indian Army. Neither side revealed its battle plans to the other. The battle plans drafted by the Indian Ministry of Defence and General Chaudhri did not specify a role for the Indian Air Force in the order of battle.

There are hundreds of other blunders by the Indian intelligence and their field commanders.

Pakistan Army, with the backing of its entire nation, stood like a cemented wall against the Indian onslaught at all fronts. At the Sialkot front, one Indian Infantry, one Armoured Division and an Armoured Brigade were repulsed by an Infantry Division. Fifteen Indian attacks were repulsed only at Chawinda-Philora Sectors. India had to face the biggest humiliation at Lahore front, where thirteen of their attacks were repulsed. At Kasur, The Pakistani forces not only repulsed many Indian attacks but went deep into India and captured a substantial chunk of their territory. The spirited Pakistani nation faced the Indian military might boldly and defeated them at all fronts. There have been rare examples of extreme valour and courage in the military history as were witnessed during the 1965 war both by Pakistani nation and soldiers. Despite numerical superiority, Indians were humiliated at all fronts in sea, air and ground. The war that India imposed on Pakistan on September 6, 1965 was the product of several years of constant and deliberate planning in New Delhi. The underlying Indian philosophy behind this aggressive attack on a smaller neighbour, Pakistan, was to take revenge of the division of India in 1947 and an endeavour to reverse the freedom and independence of the Muslims of Pakistan. The war that continued with full resolve and determination in the ranks and file of Pakistan Armed Forces proved once and forever, that the valiant Pakistani soldiers, backed by a resolute nation believing in the Ideology of creating Pakistan as an Islamic Welfare State, were not to be cowed down by the Indian threats and intimidations.